رسالۃ الی اہلحدیث

انصاران خلافت کی جانب سے اہلحدیث حضرات کے نام پیغام

فہرست

دولت اسلامیہ کی عراق و شام اور دنیا کے دیگر خطوں میں کفار و طواغیت کے خلاف کامیابیوں اور خلافت اسلامیہ کے قیام پر اللہ تعالیٰ نے جہاں خراسان میں کنڑ، نورستان اور ننگرہار کے سلفیوں کو دولت اسلامیہ کی بیعت کرنے کی توفیق دی اور انہوں نے خلافت کے سائے تلے ولائت خراسان کا اعلان کرتے ہوئے افغانی و پاکستانی طواغیت کے خلاف علم جہاد کو بلند کیا. تاکہ خراسان اور برصغیر کو طاغوت کے شرکیہ قوانین سے آزاد کر کے شریعت و عدل وانصاف کا نظام قائم کیا جائے اور مستقبل میں انڈیا کے خلاف جہاد (غزوہ ہند) کی راہ ہموار کی جائے. برصغیر و خراسان کے اس خطے جہاں کے زیادہ تر کلمہ گو عوام شرک و بدعت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور یہاں دین سے دوری اور جہالت بہت عام ہے. اس خطے میں کئی دینی و جہادی تحریکیں برسر جدوجہد رہیں اور اب بھی کئی اپنا وجود رکھتی ہیں لیکن ان کا عقیدہ و منہج مکمل طور پر شرک و بدعات سے بری اور خالص سلف صالحین کا نہ ہونے کی وجہ سے اس خطے میں بہت زیادہ قربانیوں کے باوجود نتائج کے طور پر خالص عقیدہ توحید اور الولاء والبراء پر جمے رہنے والی کوئی تحریک نہ کھڑی ہو سکی. ایسے وقت میں دولت اسلامیہ (المعروف داعش) کی خالص سلفی العقیدہ منہج کی حامل قیادت کے تحت اس خطے کے اہل توحید عوام کو خالص عقیدہ و منہج پر باطل کے خلاف تحریک کھڑی کرنے کا موقع میسر آنا ان کے لیے ایک روح افزا جھونکا ہے. لیکن اس خطے کے نام نہاد سلفیت کا دعویٰ کرنے والی جماعتوں اور علماء نے جو طاغوتی نظام کے محافظ ہیں انہوں اپنے اکابر سعودی مرجیہ علماء کی پیروی میں دولت اسلامیہ کے خلاف زبردست انداز میں پروپیگنڈہ شروع کیا کہ دولت اسلامیہ سلفی العقیدہ نہیں بلکہ یہ خوارج کی جماعت ہے. اس طرح ان مرجیہ علماء اور جماعتوں نے یہ مکروہ کوشش کی تاکہ یہاں کی اہل توحید عوام کو دولت اسلامیہ سے متاثر ہونے اور اس کی نصرت سے روکا جاسکے. ہمارے اس مضمون کا مقصد اس خطے کی سلفی واہلحدیث عوام کو یہ بتانا ہے کہ ان نام نہاد مرجیہ جماعتوں کا دولت اسلامیہ کے خلاف تمام قسم کا پروپیگنڈہ بالکل باطل اور بے بنیاد ہے. دولت اسلامیہ ہرگز خوارج کا عقیدہ نہیں رکھتی' ان کا عقیدہ خالص سلفی اور اہلسنہ کا عقیدہ ہے. بلکہ یہ نام

نہاد سلفی جماعتیں سلف واہلسنت کی پیروی کی بجائے اس میں افراط و تفریط کا شکار ہیں 'اور بدعتی مرجئہ فرقہ کے عقیدے کو اپنائے ہوئے ہیں.

اس رسالے میں ہم جید اور فاضل اہلحدیث علماء کی جانب سے مجاہدین کے متعلق پیش کیے جانے والے تمام شبہات واشکالات کارد کریں گے.

دولت اسلامیہ اندھے مسلکی تعصب کے تحت مسالک کی اکابر شخصیات کی عبادت نہیں کرتی اور نہ ہی عقیدہ منہج کے حوالے سے کسی کے ساتھ مداہنت و مصالحت کا رویہ اختیار کرتی ہے. بلکہ وہ قرآن وحدیث اور اس پر قرون اولیٰ کے اصحاب صادقین 'سلف صالحین واہلسنہ کے منہج کی پیروی کرتے ہوئے مروجہ مسلمانوں کے مسالک میں پائی جانے والی ہر قسم کی بدعت کی سختی سے مذمت و تردید کرتے ہیں. دولت اسلامیہ کسی مداہنت کی بجائے اہلحدیث میں پائے جانے والی مرجیہ کی بدعت اوردیوبندیوں میں پائی جانے والی بدعات اشعریت وماتریدیت صوفیت 'ارجاء' تقلید جامد وغیرہ کا سختی سے رد کرتی ہے. کیونکہ دولت اسلامیہ سمجھتی ہے کہ فی زمانہ مسلمانوں کے زوال کی بنیادی وجہ مسلمانوں میں سنت کو چھوڑ کر بدعات کی پیروی کرنا ہے. اور مسلمان اس وقت تک فلاح وکامیابی نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ ان تمام غیر اسلامی عقائد اور بدعات کو ترک کر کے خالص سلف صالحین کے اسلامی عقیدے کو مظبوطی سے تھام نہ لیں. عقیدے کی خرابی اور بدعات اللہ کی مدد و نصرت اور فتح میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے. مسلمانوں کا جہاد اور قربانیاں بھی اس وقت اللہ کے ہاں مقبول اور کفار کے خلاف فتح سے ہمکنار ہو کر برگ و بار لا سکتی ہیں کہ جب تلک وہ اپنے تمام عقائد واعمال میں سنت کی پیروی کرتے ہوئے اور تمام اقسام کے شرک وبدعت کارد کر کے خالص اہلسنت وسلف صالحین کا منہج اختیار نہ کر لیں.

خالص عقیدہ کی بنیاد پر ہی اللہ تعالیٰ اہل توحید کو مظبوطی و برکت اور تحفظ واستحکام عطا کرے گا اور ان کے قدموں کو زمین پر جمادے گا.

ارشاد باری تعالٰی ہے:

الم ترکیف ضرب اللہ مثلاکلمة طیبة کشجرة طیبة اصلھاثابت وفرعھافی السماء. (ابراہیم:۲۴)

کیاآپ نے نہیں دیکھاکہ اللہ تعالٰی نے پاکیزہ بات (کلمہ توحیدوایمان) کی مثال کس طرح بیان فرمائی'مثل ایک پاکیزہ درخت (کھجور) کے جس کی جڑ مظبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں.

اللہ تعالی نے اہل توحید کو فتح ونصرت اور غلبے کا وعدہ خالص ایمان وعقیدے اور عمل وقربانی پر ہی فرمایا ہے.

ارشاد باری تعالی ہے:

وعداللّٰہ الذین امنوامنکم وعملواالصلحت لیستخلفنھم فی الارض کمااستخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من مربعد خوفھم امنا.یعبدوننی لایشرکون بی شیاءومن کفربعد ذلك فاولئك ھم الفسقون.(النور:۵۵)

اللہ نے وعدہ کیاان لوگوں سے جوتم میں سے (خالص و صحیح) ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کو ضرورزمین میں حکومت دے گا. جس طرح کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی.اوران کیلئے ان کے اس دین کو جمادے گاجوان کیلئے پسند کیاہے اورضروران کے خوف کوامن میں تبدیل کرے گا. وہ میری ہی عبادت کریں گے'میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اورجو شخص اس کے بعدانکارکرے تویہی لوگ فاسق ہیں.

باب: اول

اہلحدیث علماء وجماعتوں کی اہل بدعت مرجئہ کی پیروی کرنا

اہلسنت کے نزدیک قرآن وحدیث 'صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اجماع کے مطابق ایمان تین چیزوں سے مرکب ہے.

"التصدیق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالجوارح"

دل سے تصدیق کرنا' زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایمان قول اور عمل ہے' قول دل (کا اعتقاد) اور زبان (کا اقرار) اور عمل دل' زبان اور اعضائے جسمانی کا' اور یہ کہ ایمان اطاعت سے بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے اور معصیت سے اس میں کمی واقع ہوتی ہے...(اس پر) تمام صحابہ' تابعین' ائمہ سنت وحدیث اور جمہور فقہاء وصوفیہ 'امام مالک' امام سفیان ثوری' امام اوزاعی' امام حماد بن زید' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ ایسے امام اور اہل کلام کے محققین سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان اور دین قول اور عمل ہے. صحابہ کرام وغیرہ ایسے سلف کے یہی الفاظ ہیں اگرچہ کسی جگہ ایمان سے عمل کا مغایر (یعنی صرف قول) مراد ہو سکتا ہے لیکن سب کے سب اعمال صالح دین اور ایمان کے معنی میں داخل ہیں. قول میں دل (اعتقاد) اور زبان کا قول شامل ہے اور عمل میں دل اور اعضائے جسمانی کے عمل شامل ہیں." (مجموع الفتاوی: ۱۵۱-۳'۷۱۴-۱۲)

جبکہ مرجیہ کے بدعتی فرقہ نے صرف اعتقاد قلبی کو ایمان کی حقیقت قرار دیا اور وہ عمل کو ایمان اور اس کی شروحات سے خارج کرتے ہیں.

مسلمانوں میں بدعتی مرجئہ فرقہ کاآغاز تقریباًنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلی صدی ہی میں ہو گیا تھا.آج مسلمانوں میں اہلسنہ کے عقیدہ کومکمل طور پر جاننااوراس کے مقابل اہل بدعت کا علم ہونااس قدر کم ہے کہ آج اچھے خاصے دین دارلوگوں سے بھی جب اہل بدعت مرجیہ کی بابت میں بات کی جاتی ہے تووہ اس سے استعجاب اور بے رغبتی کااظہار کرتے ہیں.اورلوگ یہ بالکل نہیں جانتے کہ مرجیہ کی بدعت کامسلمانوں کے ایمان پر کس قدر ہلاکت خیز اثر ہے.اور مسلمانوں کے زوال اور مغلوبیت میں بنیادی کرداراسی بدعت کاہے.مرجیہ کی بدعت کی مسلمانوں کی دین ودنیاکے لیےاس قدر سخت نقصان اور ہلاکت خیزی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےاس کے متعلق خاص طور پر امت محمدیہ کومتنبہ وخبر دار فرمایاہے.

صحیح حدیث میں ذکر ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول صلی اللی علیہ وسلم نے فرمایا.

"میری امت کے دو گروہوں کااسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے مرجئہ اورقدریہ".(ترمذی:۲۱٤۹'ابن ماجہ:٦۲)

حضرت سہل بن سعدالساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہرامت میں مجوسی طبقہ ہوتاہے اورہرامت میں نصاریٰ کا طبقہ ہوتاہے اورہرامت میں زفر(یہود)کاطبقہ ہوتاہے.اورمیری امت کے مجوسی طبقہ قدریہ ہیں اورنصاریٰ کاطبقہ حشویہ اوریہودیوں کاطبقہ مرجئہ ہیں". (الطبرانی)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ قول بالکل سچ ہے کہ مرجئہ اہل قبلہ یہودی ہیں کیونکہ انہوں نے صریح شرک کو جہنم میں ہمیشہ دخول کا سبب نہیں مانا. (جیسا کہ یہود نے کہا تھا) وقالولن تمسنا النار الا ایاما معدودة؛ انہوں نے کہا ہمیں ہر گز آگ نہ چھو سکے گی مگر چند روز".

سلف صالحین بھی اس بدعت کی امت مسلمہ پر ہلاکت خیزی کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے انہوں نے اس بدعت کے متعلق مسلمانوں کو خاص طور پر خبردار کیا.

امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں یحیٰی اور قتادہ کہتے تھے :

"اس امت کیلئے ارجاء سے زیادہ بدعات میں سے کوئی اور چیز خطرناک نہیں".

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"ازارقہ (خوارج) کے فتنہ سے زیادہ مرجئہ کا فتنہ اس امت کیلئے خطرناک ہے".

امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"انہوں نے ہر فاسق اور ڈاکو کو تباہ کن (کفریہ) گناہ پر جری کر دیا. ہم اس خزلان سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں".

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"یہ (مرجئہ) خبیث ترین لوگ ہیں حالانکہ خباثت میں رافضہ کافی ہیں لیکن مرجئہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں.

(حوالہ جات' کتاب السنۃ عبداللہ بن احمد: ۳۱۳-۱')

مرجیہ کی بدعت کا آغاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلی صدی ہی میں ہو گیا تھا. اس وقت دو قسم کے ارجاء کرنے والے گروہ سامنے آئے.

۱-غالی مرجیہ

۲-احناف مرجیہ

غالی مرجیہ:

جو غالی مرجیہ تھے انہوں نے اپنی عقل وفلسفہ کی پیروی میں 'اعمال دین کی مشقت سے چھٹکارے کیلیئے' اور خوارج کے حکمرانوں کے خلاف خروج اوراس پر مرتب ہونے والی سختی اور سزاؤں کے نتیجے اور دنیا طلبی وحکمرانوں کی اطاعت میں یہ عقیدہ اپنایا کہ ایمان صرف دل سے اللہ کی معرفت وپہچان واقرار کا نام ہے. یعنی دل سے توحید اوراس کی شریعت کے حلال وحرام اور تمام احکام کااقرار واعتقادرکھ لیاجائے. لیکن اللہ کی توحیداوراس کے دیگراحکام کوبدن کے دیگراعضاء وجوارح سے بجالاناایمان میں شامل نہیں. حتی کہ ان کے نزدیک اگرکوئی شخص دل سے اسلام پراعتقادویقین رکھتے ہوئے عمل سے بدن کے دیگراعضاء وجوارح سے فسق وکبائر یاکفریہ وشرکیہ کام بھی کرے تووہ کامل ایمان والاہی کہلاتاہے. یعنی کہ عمل کاایمان سے کوئی تعلق نہیں اورنہ ہی اس سے ایمان پرکچھ اثر پڑھتاہے.

البتہ مرجئہ کی پیروی کرنے والے بعدکے متاخرین علماءکے نزدیک عمل کاایمان سے تعلق توہے (یہ ایمان کی تعریف میں عمل کومانتے ہیں) لیکن ان کے نزدیک بھی کفریہ وشرکیہ مجرد عمل سے ایمان ختم نہیں ہوتالیکن ناقص ہوجاتاہے. یعنی ایمان کی شروحات میں ان کے نزدیک بھی ایمان کے لیے اصل چیز صرف دل سے اللہ کی توحید اوراس کے احکام کوماننااوراقرار کرناہے اوردل میں یہ اقرار کرتے ہوئے کوئی شخص اگرکفریہ یاشرکیہ عمل بھی کرے لیکن وہ دل میں یہ سمجھتاہے کہ یہ عمل اللہ کی نافرمانی ہے توکفر کرنے والا بھی ان کے نزدیک مسلمان یعنی (کمزور)ایمان والاہے. تویہ طرز عمل ان غالی مرجیہ کاہی ہے جوایمان کواس کی شروحات میں صرف اعتقادکانام دیتے تھے. ان کے اس بدعتی روش سے اسلام پردل سے اعتقادویقین رکھنے والا شخص عمل سے جومرضی کفریہ عمل

کرے ایسا شخص مسلمان یا گناہ گار مسلمان ہی کہلاتا ہے اور اس طرح وہ شخص جس قدر عظیم کفریہ عمل کر کے اسلام کو نقصان پہنچائے اس کو مسلمانوں کے حقوق حاصل رہتے ہیں اس کا خون حلال نہیں ہوتا. سلف صالحین نے ان دلائل سے اہل کفر کا دفاع کرنے والے لوگوں کو بھی مرجیہ قرار دیا ہے.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان (مرجیہ) نے یہ سمجھا ہے کہ ایمان مجرد تصدیق اور دل کے علم کا نام ہے' انہوں نے دل کے اعمال کو ایمان میں شمار نہیں کیا ان کا گمان ہے کہ انسان اپنے دل (اعتقاد) سے مومن ہو سکتا ہے' خواہ (اپنے عمل سے) اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں ہی کیوں نہ دیتا ہو' خواہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اللہ کے دوستوں سے عداوت ودشمنی رکھتا ہو' خواہ انبیاء کو قتل کرتا ہو' مساجد کو مسمار کرتا ہو' قرآن کی بے حرمتی کرتا ہو کافروں کا انتہائی اکرام واحترام کرتا ہو اور اہل ایمان کو رسوا اور ان کی اہانت کرتا ہو' کہتے ہیں یہ سارے اعمال گناہ (ناقص ایمان) تو ہیں مگر اس ایمان کے منافی (خارج کرنے والے) نہیں جو دل میں ہے." (مجموع الفتاویٰ: ۷-۱۸۸)

اس طرح مرجیہ کے اس بد عقیدے کا اثر یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اسلام کا نام نہاد دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں شریعت پر ایمان لاتا ہوں لیکن عملاً اسلام کو مٹانے کا ہر قسم کا کفریہ وشرکیہ اقدام کرتا ہے ایسے شخص کو مرجئہ کے مطابق اسلامی حقوق ملتے ہیں اور اس کو کافر و مرتد قرار نہ دینے کی وجہ سے اس سے دفاع ومقابلہ اور جہاد وقتال ممکن نہیں ہوتا. اس طرح اسلام ان لوگوں کے ہاتھوں مغلوب ومٹ جاتا ہے. لیکن اہل اسلام ان کے خلاف لڑنے اور مقابلہ کرنے کے لیے تیار و مستعد نہیں ہوتے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس باطل کے خلاف کھڑے ہونے والے مسلمان اور مجاہدین گمراہ وخوارج ٹھرتے ہیں.

اصناف مرجیہ:

سلف صالحین نے دوسرے جن لوگوں کاارجاء کے باب میں تذکرہ کیاہے.ان میں امام ابوحنیفہ اور کچھ دیگر فقہاء کوفہ شامل ہیں. یہ لوگ مرکب ایمان کی بجائے بسیط ایمان کے قائل ہیں.اوران کے نزدیک عمل ایمان کی اصل حقیقت میں شامل نہیں.

اس لیے یہ ایمان کی تعریف میں عمل کوشامل نہیں کرتے.ان کے نزدیک ایمان اعتقاد اور قول کانام ہے.اور عمل سے ایمان کی اصل حقیقت گھٹتی بڑھتی نہیں.

اہلسنت ان کا بھی عمل کواصل اور مرکب ایمان میں شامل نہ کرنے اور عمل سے ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے ان کاارجاء کے باب میں ذکر کرتے ہیں.

یہ لوگ خودپر فقہی اصول وقیاس کے غلبے کی وجہ سےاورخوارج کاخلاف کرنے کی نیت سے یہ اجتہادی خطاکربیٹھے.اور یہ خیال کیاکہ اگرہم عمل کواصل ایمان میں شامل کردیں گے توہم اصول کے ایک اعتبار سے فسق وکبیرہ گناہ کاعمل کرنے والے کے ایمان کوغیر ثابت کردیں گے یعنی وہ یہ سمجھے کہ اگرکوئی دل اور اعتقاد میں نیکی کے اعمال صالحہ کومانتالیکن عمل میں بطورفسق عمل صالحہ نہیں بجالاتا توایمان کی تعریف میں عمل شامل کرنے ایسا شخص ایمان والانہیں کہلائے گا(کہ اہلسنت کے نزدیک ایسا شخص ایمان والاہی کہلاتاہے لیکن ناقص ایمان والا)

درحقیقت یہ لوگ اجتہادی غلطی کرتے ہوئے یہ اندازہ نہ کرسکے کہ اہلسنت کے باقی تمام جمہورائمہ جو عمل کواصل ایمان میں شامل کرتے ہیں. تووہ ایساکچھ بنیادی اعمال کے اصلاًایمان میں شامل ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں کہ جن کاعملاً بھی کرنااصل ایمان کی حقیقت میں داخل ہے. مثلاًدین کے بنیادی احکام اورتوحید کابدن کے دیگراعضاء کے ذریعے اثبات یعنی عمل میں غیر اللہ کاانکاروبرأت کرناوغیرہ.اوراہلسنت کے نزدیک عمل کوایمان کی تعریف میں شامل کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال کوقرآن وحدیث میں مطلقاًایمان کے طورپر منسوب کیاگیاہے جیساکہ قرآن میں اعمال صالحہ کے بعد 'زادتھم ایمانا'(کہ ان کااس سے ایمان اور بڑھ گیا) کی تعبیرات سے ثابت

ہوتاہے.اس لیے اہلسنت کے اجماع کے مطابق ان دووجوہات کی وجہ سے عمل کومطلقاًایمان میں شامل کیاجاتاہے.اوراحادیث رسول میں بھی ان دونوں چیزوں کومطلقاًایمان میں شامل کیاگیاہے.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایمان کی سب سے بلند شاخ لاالہ الااللہ ہے'اورسب سے ادنی شاخ راستہ میں سے تکلیف دہ چیز ہٹاناہے اورحیا بھی ایمان میں سے ہے".(صحیح بخاری:۹)

نیز قرآن میں عمل سے ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کو بھی صراحت سے بیان کیاگیاہے.ارشاد باری تعالیٰ ہے.

فاماالذین امنوافزادتھم ایماناوھم یستبشرون.(التوبہ:۱۲۴)

"جولوگ ایمان والے ہیں ان کا یمان یقیناًزیادہ ہو جاتاہے".

اس لیے اہلسنت کے اجماع کے مطابق عمل ایمان میں شامل ہے.

اہلسنت امام ابوحنیفہ کوعمل ایمان میں شامل نہ کرنے کوان کی غلطی بتاتے ہیں اورحق جمہوراہلسنہ کاعقیدہ ہے.البتہ امام ابوحنیفہ عمل کوایمان میں شامل نہ کرناغالی مرجیہ کی طرح اعمال صالحہ سے چھٹکارے یاعمل کی بالکل حقیقت کوختم کردینے کی طرح نہ تھا.امام ابوحنیفہ اعمال کوواجب سمجھتے تھے.اوروہ خود بھی صاحب تقویٰ اوراعمال کے پیکر تھے.اوراعمال صالحہ نہ کرنے والے کوگناہ گاروظالم سمجھتے تھے.اس طرح وہ عملی کفرکرنے والے کو بھی کافر کہتے تھے اورایسے لوگوں کاغالیہ مرجیہ کی طرح ارجائی دلائل سے دفاع نہیں کرتے تھے.(بلکہ آپ نے توظالم خلیفہ منصورکے خلاف بغاوت کوجائزقراردیاتھا.)امام عبدالبراورامام ابن عزحنفی نے بعض سند سے روایت کیاہے کہ امام ابوحنیفہ نے عمل کوایمان میں شامل نہ کرنے اورایمان کے کم زیادہ نہ ہونے کے عقیدے سے بعد میں رجوع

کرلیاتھا.لیکن بعد کے کئی متاخرین احناف نے جمہوراہلسنہ کاعقیدہ اپنانے کی بجائے بسیط ایمان کے قائل ہیں اور عمل کومرکب ایمان میں شامل نہیں سمجھتے.

دارلعلوم دیوبندسے صحیح بخاری کاترجمہ مع شرح 'ایضاح البخاری' کے نام سے شائع ہوا.اس کے باب الایمان میں وارداحادیث اور مسئلہ "یزیدوینقص" (کہ ایمان بڑھتااور گھٹتاہے) کی شرح میں مذکورہے:

"امام بخاری نے جس اندازسے مسئلہ شروع فرمایاہے'اس کے نتیجے میں یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ ایمان تین چیزوں سے مرکب ہے.اعتقادقلبی'قول لسانی'افعال جوارح...امام بخاری نے جوکچھ فرمایاہے یہی جملہ سلف کامسلک ہے' صحابہ وتابعین وتبع تابعین وجملہ امامان اسلام سب اس پربالاتفاق عقیدہ رکھتے ہیں.ہاں مرجیہ وکرامیہ وجہمیہ ومعتزلہ وخوارج وروافض کوان سے اختلاف ضرورہےاوران ہی کی تردیدامام بخاری کامقصدہے...اگراس سلسلہ میں کچھ اختلاف آتاہے تووہ امام ابوحنیفہ کاہے کیونکہ صرف امام(ابوحنیفہ) ہی کی طرف لایزیدولاینقص(اعمال سے ایمان گھٹتابڑھتانہیں)کی نسبت کی گئی ہے.اورجمہوریزیدوینقص(ایمان کے گھٹنے بڑھنے) کے قائل ہیں گویاامام ابوحنیفہ بساطت ایمان کے قائل ہیں اورجمہورمرکب کے'اس لیے بظاہرتردیدامام ابوحنیفہ ہی کی معلوم ہوتی ہے.لیکن اصل تویہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سے 'لایزیدولاینقص' کاثبوت ہی دشوارہے...اورصحیح یہ ہے کہ امام تک ان کی نسبت کی صحت میں کلام ہے.اورحضرت علامہ کشمیری کی تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ کے مذہب کارخ ہی یہ نہیں ہے کہ جس کوامام بخاری سمجھ رہے ہیں.نیزابراہیم بن یوسف تلمیذامام ابویوسف اوراحمدبن عمران کاقول طبقات الحنفیہ میں موجودہے کہ وہ ایمان کی کمی بیشی کے قائل تھے...البتہ (ہم) احناف کے نزدیک ایمان بسیط ہےاوروہ صرف تصدیق کانام ہے.اعمال اس میں داخل نہیں ہیں نہ وہ گھٹتاہے نہ بڑھتاہے.ہاں اعمال ایمان کی ترقی کے لیے ضروری ہیں...بسیط ماننے والوں کی دوجماعتیں ہیں.ایک جماعت کہتی ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تصدیق ہے.اعمال اوراقرارایمان کی حقیقت میں داخل

نہیں.امام اعظم اور فقہاء کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے. لیکن اعمال (اصل ایمان کی بجائے) ایمان کی(شاخوں کی) ترقی کے لیے ضروری ہیں.اور مرجیہ کہتے ہیں کہ اعمال بالکل غیر ضروری ہیں. ایمان لانے کے بعد نماز ادا کرنااور کھانادونوں برابر ہیں. بسیط ماننے والوں میں دوسری جماعت مرجیہ اور کرامیہ کی ہے.جو صرف اقرار کوایمان کی حقیقت بتلاتے ہیں تصدیق اوراعمال اس کا جزو نہیں.صرف یہ شرط کہ اقرار لسانی کے ساتھ دل میں انکار نہ ہوناچاہیے." (ایضاح البخاری:۱۳۸/۱۳۲-۲)

اس لیےاحناف اصل ایمان کی ترقی اوراس کے بڑھنے کے قائل نہ ہونے اور مرکب ایمان میں عمل کو شامل نہ کرنے'اور ایمان کے گھٹنے بڑھنے کونہ ماننے کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر جمہور اہلسنت سے خلاف کرتے ہیں. اس لیے سلف صالحین احناف کوارجاء کے باب میں ہی گنتے ہیں.

آج کے نام نہاد سلفی واہلحدیث کو جب مرجیہ کہاجاتاہے تووہ کہتے ہیں ہم مرجیہ نہیں'مرجیہ توصرف احناف ہیں کہ ہم توعمل کواصل اور مرکب ایمان میں شامل ہونے کاعقیدہ رکھتے ہیں اور ایمان کا گھٹنا بڑھنا بھی مانتے ہیں.

جبکہ یہ مرجئہ نام نہاد سلفی(جوارجائی دلائل سے مشرکین اور طواغیت کا دفاع کرتے ہیں) بالکل نہیں جانتے کہ ایمان میں جس اہلسنہ کے اصول(یعنی عمل کاایمان میں شامل ہونا) کوماناہے. وہ اس اصول کی تطبیق اور ایمان کی شروحات میں اس اصول کاخلاف کردیتے ہیں.

مثلاًایک طرف یہ اہلسنت کے ایمان کی تعریف اوراصولوں کومانتے ہیں کہ ایمان اعتقاد'قول اور عمل کانام ہے اور کمال ایمان اعمال صالحہ سے ایمان بڑھتااوراس کے منافی سے اعمال گھٹتاہے.اور ایمان وتوحید ایمان کااصل اثبات ہیں اوراس کے منافی شرکیہ وکفریہ تینوں صورتوں کفریہ اعتقاد'کفریہ قول اور کفریہ عمل سے بھی ایمان خارج ہوجاتاہے اور وہ شخص کافرومرتد ہوجاتاہے.

لیکن دوسری طرف یہ ان اہلسنہ کے اصول ایمان کا اپنے ارجائی دلائل سے اس کی شروحات میں خلاف کردیتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ غیر اسلامی شرکیہ قوانین کو نافذ کرنے اور اسے حکم اور قانون ٹھرانا اصل ایمان کے منافی کفر وشرک ہے۔ لیکن یہ ارجاء کی شروحات اپناتے ہوئے کہیں گے لیکن یہ شرک وکفر کرنے والا کافر ومرتد نہیں کیونکہ وہ صرف عمل میں یہ کفر کر رہا ہے اور دل واعتقاد میں وہ اللہ کے تمام احکام وقوانین اور حلال وحرام پر اعتقاداً ایمان لاتا ہے اور اللہ کی شریعت کو دل میں غیر اسلامی قوانین سے بہتر سمجھتا ہے۔اس لیے یہ گناہ گار وظالم ہے لیکن کافر نہیں۔!!!

نیز'یہ مرجیہ اہلسنہ کا یہ اصول تسلیم کریں گے کہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا اصل ایمان کے منافی اور صریحاً کفر ہے'لیکن اس اصول کی شرح میں ارجائی دلیل اپنائیں گے اور کہیں گے کہ

صرف اپنے نفس اور دنیا کی خاطر عمل سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوگا جبکہ وہ دل میں اسے گناہ سمجھتا ہو اور دل میں اسلام اور مسلمانوں کو حق پر سمجھتا ہو اور ان کی فتح چاہتا ہو۔ان مرجیہ کے نزدیک یہ کفر اسی صورت میں ہوگا جب کوئی دل اور اعتقاد سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کو جائز اور حلال سمجھتا ہو اور دل سے کفار کو حق پر اور ان کی فتح چاہتا ہو۔!!!

یعنی یہ نام نہاد سلفی واہلحدیث اصول ایمان کے ضوابط وشروحات میں غالی مرجیہ کی طرح صرف دل سے اصل ایمان وکفر کے قائل ہیں۔ پھر یہ نام نہاد سلفی دعویٰ کریں گے کہ ہم مرجیہ نہیں ہم بھی اہلسنت کی طرح (صرف) تعریف میں عمل کو ایمان میں شامل سمجھتے ہیں۔

سلف صالحین نے ایسے ارجائی دلائل سے مرتد حکمرانوں اور اہل کفر کا دفاع کرنے والوں کو بھی مرجیہ قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"دوسری انتہاء پر مرجئہ اور اس قسم کے دوسرے لوگ ہیں جو حکمرانوں کی اطاعت مطلق کے مسلک پر چلتے ہیں چاہے وہ نیکوکار (ایمان وتوحید والے) نہ بھی ہوں... انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ ایمان مجرد تصدیق اور دل کے علم کا نام ہے 'انہوں نے دل کے اعمال کو ایمان میں شمار نہیں کیا ان کا گمان ہے کہ انسان اپنے دل (اعتقاد) سے مومن ہو سکتا ہے 'خواہ (اپنے عمل سے) اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں ہی کیوں نہ دیتا ہو 'خواہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے دوستوں سے عداوت ودشمنی رکھتا ہو 'خواہ انبیاء کو قتل کرتا ہو 'مساجد کو مسمار کرتا ہو 'قرآن کی بے حرمتی کرتا ہو کافروں کا انتہائی اکرام واحترام کرتا ہو اور اہل ایمان کو رسوا اور ان کی اہانت کرتا ہو 'کہتے ہیں یہ سارے اعمال گناہ تو ہیں مگر اس ایمان کے منافی (خارج کرنے والے) نہیں جو دل میں ہے". (مجموع الفتاویٰ: ۵۰۸-۲۸/۷-۱۸۸)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان (مرجئہ) کی بات کی بنیاد ہی غلط ہے جو اہل اسلام کے اجماع سے خارج ہے اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اگرچہ (عمل سے) کفر کا اعلان ہو". (کتاب الفصل: ۳-۲٤۲)

مرجیہ کہتے ہیں کہ جو اسلام یا اس کے کسی بنیادی حکم کا انکار کر دے تو وہ شخص کافر ہوگا لیکن اس کے منافی محض عمل سے کافر نہیں ہوگا. سلف صالحین نے مرجیہ کے اس شبہ کا رد کیا ہے.

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو (مرجئہ) کہتے ہیں کہ کفر صرف (دل سے اسلام کی) تکذیب اور انکار (کی صورت میں ہوتا) ہے. تو پھر اس باب (حکم المرتد) کا کیا مطلب ہے جو ہر مذہب کے علماء نے باندھا ہے اور مرتد ایسا مسلمان ہوتا ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جاتا ہے. حتیٰ کہ علماء نے کئی اعمال بتائے ہیں جن کا (اعتقاد کے بغیر) محض ہنسی مزاق میں کرنے سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے". (کشف الشبہات: ۳۲)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایمان کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی'اس طرح کفر کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی...ان دونوں میں سے ایک حصہ زائل ہونے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے". (کتاب الصلوۃ)

شیخ ابو محمد مرجیہ کے رد میں کہ جو کہتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ کفر کے لیے اعتقاد سے خلاف شرط ہے اور محض عمل سے کوئی کافر نہیں ہوگا ابن قدامہ المقدسی کا یہ حوالہ نقل کرتے ہیں.

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جادو سیکھنا اور سکھانا حرام ہے ہم نہیں جانتے کہ اس میں اہل علم (اہلسنت) کا اختلاف ہو ہمارے ساتھی کہتے ہیں جادوگر جادو سیکھنے اور کرنے (کے عمل) سے کافر ہو جاتا ہے چاہے (دل سے) اس کو حرام سمجھے یا حلال". (المغنی: ۵۱-۸)

مرجیہ کہتے ہیں کہ صرف جو کفر کو کفر جان کر ارتکاب کرے گا تو پھر ہی کافر ہو گا. سلف صالحین نے مرجیہ کے اس شبہ کا بھی رد کیا ہے.

امام ابنِ تیمیہ اس آیت 'لا تعتذروقد کفرتم بعد ایمانکم' کے تحت رقمطراز ہیں:

''اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے اس فعل کو کفر سمجھ کر نہیں کیا تھا۔ بلکہ ان کا گمان تھا کہ یہ کفر نہیں ہے۔ پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ استہزا کرنا کفر ہے۔ اس سے بندہ اپنے ایمان کے بعد کافر ہو جاتا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کے پاس ضعیف ایمان تھا۔ پس انھوں نے وہ حرام کام کیا جس کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ وہ حرام ہے لیکن انھوں نے اسے کفر نہیں سمجھا تھا، حالانکہ وہ کفر تھا جس کے ساتھ وہ کافر ہو گئے۔ بے شک انھوں نے اس کے جواز کا عقیدہ بھی نہیں رکھا تھا۔'' (مجموع الفتاویٰ)

نیز امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس نے (عمل سے) کچھ ایسا کہا یا کیا جو کفر ہے تو اس سے وہ کافر ہوا' اگرچہ وہ کافر ہونے کا قصد نہ بھی کرے کیونکہ کوئی بھی کفر کا ارادہ نہیں کرتا". (الصارم المسلول:۱۷۸)

امام ابنِ حجر ابنِ ہبیرۃ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

''اس میں یہ بھی ہے کہ بعض مسلمان دین سے خارج ہونے کا ارادہ کیے بغیر اور دینِ اسلام پر کسی اور دین کو اختیار کیے بغیر بھی (محض اپنے کفریہ عقائد و اعمال ہی کی بناپر) دین سے خارج ہو جاتے ہیں۔'' (فتح الباري:۱۲-۳۰۱)

امام ابنِ جریر طبری خوارج کے متعلق احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس میں اس شخص کے قول پر رد ہے جو کہتا ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کوئی بھی دائرہ اسلام سے نکلنے کے حکم کا استحقاق رکھنے کے بعد بھی اس سے خارج نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ جان بوجھ کر اپنے قصد اور ارادے کے ساتھ اسلام سے خارج ہو۔'' (تہذیب الآثار)

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس میں اختلاف نہیں کہ توحید لازماً دل' زبان اور عمل کے ذریعے سے ہو گی' اور اگر ان میں سے کوئی چیز کم ہوئی تو آدمی مسلمان نہیں. اور اگر توحید کو جان کر (یعنی اعتقاد رکھ کر) اس پر عمل نہ کرے وہ سرکش کافر ہے فرعون اور ابلیس اور ان جیسے دیگر کافروں کی طرح اور اس میں بہت سے لوگ غلطی کر جاتے ہیں". (کشف الشبہات:۲۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو عمل سے پھر گیا اس نے ایمان کی نفی کی قرآن وسنت میں اس شخص کے ایمان کی نفی کی گئی ہے جو شخص دلی طور پر توحید سے واقف ہو مگر مخالفت ودشمنی کی بناپر وہ کبھی مومن نہیں کہلا سکتا جبکہ جہمیہ (ومرجیہ) کے نزدیک اگر دل میں علم ہو تو وہ کامل مومن ہے". (فتاویٰ ابن تیمیہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین ارتدو علی ادبارھم من بعد ماتبین لھم الھدی. (محمد: ۲۵)

بیشک جو لوگ اس کے بعد کہ ان پر ہدایت ظاہر ہو گئی اپنی پیٹھوں کے بل پلٹ گئے.

امام ابن حزم اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"اللہ نے انہیں کافر قرار دیا بعد اس کے کہ انہیں حق کا علم ہو چکا تھا اور ہدایت واضح ہو چکی تھی صرف ان کے اس قول کی بناپر جو انہوں نے کفار کو کہا تھا انہیں کافر کہا گیا ہے اور اللہ نے ہمیں بتادیا ہے کہ وہ ان کے دلوں کے راز جانتا ہے اور اللہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انکار یا تصدیق ہے بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ ان کے باطن میں تصدیق ہے کیونکہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی ہے اور جس پر ہدایت واضح ہو جائے تو اس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ دل سے انکار کر سکے". (کتاب الدرہ فیما یجب اعتقاد: ۳۲۹۰)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے کفر وارتداد کے احکام کو ظاہری اعمال کا مکلف بنایا ہے نہ کہ اعتقادی اور باطنی.

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کو کریدوں اور یہ کہ ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں". (صحیح بخاری: ٤٣٥١)

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کا مواخزہ وحی کے ذریعے ہو جاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اب تو ہم ظاہری اعمال پر مواخزہ کریں گے جس آدمی کے ہمارے سامنے اچھے اعمال ظاہر ہوں گے تو ہم اس کو امن دیں گے اور ہمیں اس کے پوشیدہ اعمال کا کچھ واسطہ نہیں اس کے پوشیدہ اعمال کا محاسبہ اس سے اللہ کرے گا اور جو ہمارے سامنے ظاہراً برے اعمال کرے گا تو ہم اسے نہ امن دیں گے اور نہ اس کی بات مانیں گے اگرچہ وہ کہے کہ اس کی باطنی کیفیت اچھی ہے۔"(صحیح بخاری)

شبہ:

جہاں تک مرجیہ کے اس شبہ کی بات ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ غیر اسلامی شرکیہ قوانین کو نافذ کرنے اور اسے حکم اور قانون ٹھرانا کفر وشرک ہے۔ لیکن کیونکہ وہ صرف عمل میں یہ کفر کر رہا ہے اور دل واعتقاد میں وہ اللہ کے تمام احکام وقوانین اور حلال وحرام پر اعتقاداً ایمان لاتا ہے اور اللہ کی شریعت کو دل میں غیر اسلامی قوانین سے بہتر سمجھتا ہے۔اس لیے یہ گناہ گار وظالم ہے لیکن کافر نہیں۔ مرجیہ کے نزدیک وہ کافر اس صورت میں ہو گا جب وہ دل اور اعتقاد سے غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قوانین سے بہتر سمجھے۔

ازالہ:

جبکہ اہلسنت اللہ کی احکام اور شریعت کو قانون اور حکم ٹھرانا توحید الوہیت 'ربوبیت اور اسماء وصفات میں شامل سمجھتے ہیں'جس کے مطابق قانون سازی اور دستور ٹھرانا صرف اللہ کا حق ہے'اور وہ اس کے منافی شرک'غیر اللہ کی قانون سازی اور غیر اسلامی قوانین کے نافذ کرنے اور حکم ٹھرانے کو عمل میں بھی غیر اللہ کی عبادت اور شرک وکفر قرار دیتے ہیں چاہے اعتقاد میں کوئی یہ عمل کرتے ہوئے اللہ کو قانون ساز مانے اور اس کی شریعت پر ایمان

کا دعویٰ کرے. اس لیے آج کے طواغیت کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ہم جمہوری آئین میں ظاہری طور پر اللہ کی حاکمیت اور اسلامی قانون کو مانتے ہیں لیکن عمل میں اس کے خلاف کرنے سے ہم کافر و مشرک نہ ٹھریں گے.

اسلامی احکام و قوانین کو چھوڑ کر خود ساختہ قوانین اپنانا اور احکام الٰہی سے جانتے بوجھتے اعراض کرنا یہود کا عمل ہے. اور یہود بھی اللہ کے احکام کو اپنی کتابوں میں پڑھتے اور اس کو جانتے تھے لیکن اپنی دنیا طلبی کی خاطر اللہ کے احکام کے مخالف قانون اختیار کرتے تھے. ان کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ رب بنانا اور اس کی عبادت و حاکمیت میں شرک قرار دیا ہے. اور اہلسنت کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت اور اس کا حکم ہے.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون الله. (التوبہ: ۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا."

عبداللہ بن محمد القنائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس آیت کے سبب نزول و من لم یحکم... میں یہ بات معلوم ہے کہ یہود نے تورات میں حکم کو حذف کئے بغیر بدل ڈالا اور بغیر اس اعتقاد کے کہ وہاں کوئی دوسرا نیا حکم اللہ کی طرف سے اترا ہے بلکہ انھوں نے اسے اصل حکم مانتے ہوئے بدلا اور یہ صرف اس لئے کہ وہ حکم ان پر سخت تھا اور اس لئے کہ وہ اسے بجالانے پر اپنے فسق کی وجہ سے قدرت نہیں رکھتے تھے". (حقیقۃ الایمان: ۵۹)

عبدالمجید شاذلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہود نے اللہ کے احکام بدلے انہوں نے زنا کے حلال ہونے کا (دل میں) اعتقاد نہیں رکھا تھا بلکہ وہ تو اس کا اللہ کی طرف سے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے. انہوں نے (اللہ کا قانون بدل کر) یہ نہ کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے

ہے'یا یہ اللہ کے حکم سے افضل یا انصاف پر مبنی ہے'نہ یہ اعتقاد رکھا کہ انھیں حق تشریع (قانون سازی) حاصل ہے یا تشریع (قانون سازی) حلال و جائز ہے'بلکہ وہ رجم کی سزا بدل کر اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتے تھے اور فقہی راستہ بھی ڈھونڈ رہے تھے اس لئے انہوں نے کہا اس نبی کی طرف چلو کیونکہ وہ تخفیف کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور اگر وہ تمہیں کوڑے اور منہ کالا کرنے کے بارے میں تائید کر دے تو اللہ کے ہاں تمہارے لئے حجت بن جائے گی.(انتہی)

ارشاد باری تعالٰی ہے:

انما النسیئ زیادۃ فی الکفر.(التوبہ:۳۷)

"بلاشبہ (کسی مہینے کو) آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے".

امام ابن حزم رحمہ اللہ مرجیہ کے رد میں اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں.

"توثابت ہوا کہ (محض فعلاً قانون بدلنا بھی کفر ہے یعنی) مہینوں کا آگے پیچھے کرنا کفر ہے'یہ بھی دیگر افعال کی طرح ایک فعل ہے'اس سے اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنا مراد ہے'پس جو اللہ کے حرام کردہ کو (محض عمل میں) حلال کر دے اور (دل میں) جانتا بھی ہو کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے تو وہ محض اس فعل کی وجہ سے کافر ہوگا".(الفصل:۳-۲٤٥)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس نے عملاً حرام کو حلال قرار دیا وہ بالاتفاق کافر ہے...اور اگر وہ اس بات کا عقیدہ تو رکھتا ہے کہ یہ چیز اللہ اور رسول نے حرام قرار دی مگر اس کے باوجود (عمل سے) وہ اس کے حرام کو حلال (غیر اسلامی قوانین اختیار) کرتا ہے تو پہلے والے سے بھی شدید کافر ہوگا...اگر سب (دل اور عقیدے سے) سمجھتا ہے پھر بھی

ایسا عمل (غیر اسلامی قانون اختیار) کرتا ہے تو یا تو اپنی (دنیا کی خاطر) خواہشات کی اتباع کر رہا ہے یا شرعی احکام سے نفرت کی بنا پر ایسا ہے تو اس کا کفر مکمل طور پر واضح ہے 'ایسے لوگوں کے کفر پر قرآنی دلائل بے شمار ہیں". (الصارم المسلول)

نیز امام ابن تیمیہ اس آیت و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ... کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"تو معلوم ہوا کہ جب تک اسلام کے احکامات کی عملاً پابندی نہ ہو جائے اس وقت تک اسلام کو خالی اپنا لینے سے قتال ساقط نہیں ہو جاتا اس لیے جب تک دین کل کا کل ایک اللہ وحدہ لا شریک کیلئے نہ ہو جائے اور جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے قتال واجب ہے. چنانچہ جب دین غیر اللہ کیلئے ہو جائے تو قتال واجب ہو جاتا ہے. چنانچہ وہ لوگ جو اسلام کے ظاہر و متواتر احکامات و قوانین کی پابندی نہیں کرتے ان سے قتال واجب ہونے پر علمائے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں". (مجموع الفتاوی)

سلف صالحین نے غیر اسلامی قوانین حکم ٹھرانے والے تاتاریوں کی واضح تکفیر کی ہے. لیکن بعض مرجیہ تاتاریوں کے متعلق یہ شبہ بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے قانون کو شریعت سے افضل سمجھتے تھے اس لیے سلف نے انہیں کافر کہا. جبکہ تمام سلف صالحین نے اپنے اقوال میں ان کے کفر کی بابت میں ان کا صرف غیر اسلامی قوانین کو شریعت پر 'مقدم کرنا' نقل کیا ہے. اور جو مرجیہ تاتاریوں کا کفر بتاتے ہیں کہ وہ اپنے بادشاہ کو اللہ کا بیٹا سمجھنا وغیرہ وہ ان کا دین و شریعت اور اسلام قبول کرنے سے پہلے تھا. امام ابن کثیر کا کلام ملاحظہ کریں کہ انہوں نے تو ان مسلمانوں کے کفر کا بھی فتویٰ دیا جو اسلام کو مانتے ہوئے تاتاریوں کے قانون کے مطابق فیصلے کرے.

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو (مسلمان) بھی وہ پائیدار قانون چھوڑدے جو محمد بن عبداللہ خاتم النبین پر نازل کیا گیا اور اس کے سوا دیگر منسوخ قوانین سے فیصلے چاہے اس نے کفر کیا. جو یاسق (تاتاریوں کا قانون) کا فیصلہ چاہے اور اسے اللہ کے

قانون پر ترجیح دے (مقدم کرے) اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے. اور جو بھی ایسا کرے اس نے تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر کیا". (البدایہ والنہایہ)

امام ابن تیمیہ سے جب سوال کیا گیا کہ جو تاتاری کلمہ شہادت کا اقرار کرتے ہیں. ان سے جنگ کرنی چاہیے یا نہیں اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا:

"ہر فرقہ جو اسلامی شریعت کے ظاہری احکام (و قوانین) کا التزام نہیں کرتا چاہے وہ تاتاری ہوں یا کوئی اور ان سے قتال کرنا چاہیے جب تک کہ وہ احکام شریعت کے پابند نہ ہو جائیں اگرچہ وہ کلمہ شہادت کا اقرار کرنے والے ہوں اور شریعت کے کچھ احکام کی پابندی بھی کرتے ہوں جیسا کہ ابو بکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام نے معانعین زکوۃ کے ساتھ کیا تھا صحابہ کرام کے بعد آنے والے فقہاء بھی اس بات پر متفق ہیں". (الصارم المسلول)

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بنو عبید القداح جو عباسیوں کے دور حکومت میں مصر اور مغرب پر قابض ہو گئے تھے وہ سب کے سب کلمہ توحید "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت دیتے تھے. اسلام کے دعوایدار تھے. نماز جمعہ اور باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب انہوں نے بعض امور میں شریعت (کے قوانین) کی مخالفت کی جو زیر بحث مسئلہ کی بانسبت بہت ہی کم اہمیت رکھتے ہیں. بایں ہمہ علماء نے ان کے کفر اور ان سے جنگ کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے شہروں کو دار الحرب قرار دیا. چنانچہ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ تمام شہر آزاد کرالئے جو ان کے زیر تصرف تھے". (کشف الشبہات)

مرجیہ کی طواغیت کے دفاع کے لیے اعتقاد و استحلال اور دل سے کفر کرنے کو شرط قرار دینا بالکل باطل ہے. اور اس کا ماضی قریب کے کئی فاضل سلفی علماء نے رد کیا ہے. حرمین کے ان سلفی علماء کے فتاویٰ پیش خدمت ہیں.

شیخ محمد ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس نے وضعی قانون کو حاکم بنایا اگر وہ کہے کہ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ یہ قانون باطل ہے تو اس کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ شریعت مطہرہ کو معزول کرنا ہے اور اس طرح ہے جیسے کوئی بتوں کی عبادت کرنے والا کہے کہ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ بتوں کی عبادت باطل ہے". (فتاویٰ شیخ محمد ابراہیم)

شیخ محمد حامد الفقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص قتل' زناکاری یا چوری وغیرہ کے مقدمات میں فرنگیوں کے قوانین کے ذریعے فیصلے کرتا ہے اور ان قوانین کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم کرتا ہے وہ بھی تاتاریوں جیسا ہے بلکہ ان سے بھی بدتر ہے' ایسا شخص اگر اسی طریقے پر ڈٹا رہا اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا راستہ اختیار نہ کرے تو وہ بلاشک وشبہ کافر اور مرتد ہے. اسے نہ تو کوئی مسلمانوں کا کوئی نام فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی ظاہری اعمال مثلاً نماز' روزہ' حج اور زکوۃ وغیرہ کا اسے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے". (فتح المجید: ۳۹۴)

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ اس دوٹوک حکم اور بیان کے ہوتے ہوئے مسلمان اس بات کی جرأت کیسے کرتے ہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کو چھوڑ کر یورپ کی لادین اور اوثان پرست شریعتوں سے لئے ہوئے قانون اپنے ممالک میں اپنائیں ایسی شریعت کہ جس میں خواہشات اور غلط آراء کو داخل کر دیا گیا ہے جیسے ان کے دل میں آئے اس میں تغیر و تبدیلی کرتے رہتے ہیں. اس کے بنانے والوں کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ ان کی شریعت' شریعت اسلامیہ کی موافقت کرتی ہے یا مخالفت. ان وضعی قوانین کا معاملہ تو بالکل اظہر من الشمس ہے کہ یہ قوانین کفر بواح ہیں. یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ وہ ڈھکی چھپی ہو اور نہ ہی اس میں کوئی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے.... پس اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرنے والے کسی بھی شخص کیلئے خواہ وہ کوئی بھی ہو ان قوانین پر عمل کرنے ان کے سامنے

سر تسلیم خم کرنے یا نہیں ماننے کا کوئی جواز نہیں. ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس فتنے سے بچنے کی فکر کریں. اور ہر شخص خود ہی اپنا محاسبہ کرے. بالخصوص علمائے حق کی یہ ذمہ داری ہے کہ آج وہ ہر خوف و خطرات سے بے پرواہ ہو کر حق بات اعلانیہ کہہ ڈالیں اور کسی تاخیر و تقصیر کے بغیر اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائیں". (عمدۃ التفسیر)

شبہ:

یہ مرجیہ ان طاغواتی حکمرانوں کے دفاع میں یہ دلیل بھی پیش کریں گے کہ یہ آیت و من لم یحکم بماانزل اللہ فاولئک ھم الکفرون... یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہذا اس آیت سے طاغوتی حکمرانوں کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے.

ازالہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس شبہ کا اظہار کیا گیا کہ یہ فرمان 'ومن لم یحکم.... یہودیوں کے بارے میں نازل ہوا ہے.

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نعم الاخوۃ لکم بنو اسرائیل ان کان لکم کل حلوۃ و بھم کل مرۃ. (مستدرک حاکم: ۳۱۳-۲' تفسیر عبدالرزاق: ۱۹۱-۱ وطبری)

کتنے ہی اچھے بھائی ہیں تمہارے یہ بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کیلئے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لیے ہے. (یعنی یہ آیت ان کے بھائیوں مسلمانوں پر بھی صادق آئے گی)".

ان آیات میں لفظ 'من' عموم تمام امتوں پر دلالت کرتا ہے نہ کہ خاص یہودیوں پر. کیونکہ توحید الوہیت و حاکمیت کا عقیدہ سب امتوں کیلئے یکساں اور غیر متبدل ہے.

امام حافظ اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۲ھ) فرماتے ہیں:

"ومن لم یحکم... ظاہری آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے کوئی ایسا فعل کیا جیسا یہودیوں نے کیا تھا اور کوئی ایسا حکم (قانون) اختراع کیا جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو اور اسے دین (اجتماعی قانون) بنادیا تاکہ اس پر عمل کیا جائے تو اس پر وہی وعید لازم آئے گی جو ان یہودیوں پر آئی تھی وہ خواہ (وہ مسلم) حکمران ہو یا کوئی اور ہو". (فتح الباری: ۱۲۹-۱۳)

یہ مرجیہ اس دلیل سے یہ دھوکا دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ جیسے ان طاغوتی حکمرانوں کی تکفیر کی صرف یہی ایک دلیل ہو جبکہ قرآن وحدیث اور اسلاف سے ان طواغیت کی تکفیر کی اصل دلیل ان کا توحید کے منافی شرک یعنی غیر اللہ کی الوہیت وحاکمیت اختیار کرنا ہے.

شبہ:

یہ مرجیہ توحید کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے یہ شبہ بھی پیش کریں گے کہ توحید حاکمیت اور اللہ کی حاکمیت میں شرک کی اصطلاح سلف سے ثابت نہیں ہے.

ازالہ:

جبکہ تمام سلف صالحین نے اللہ کی حاکمیت کو توحید کی اصل ربوبیت والوہیت میں بیان کیا ہے. توحید حاکمیت کا اعتقاد توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات میں شامل ہے کہ جس کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی مالک وحاکم اور قانون ساز ہے اور توحید حاکمیت کی عملی تطبیق توحید الوہیت میں ہے کہ جس سے صرف اللہ کے احکام وقوانین کی خالص اطاعت وعبادت اور اسے حاکم ٹھرانا ضروری ہے. اس لیے غیر اسلامی احکام وقوانین کو مستقل لائق اطاعت اور حاکم ٹھرانا اللہ کی توحید میں واضح شرک ہے. ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولا یشرك فی حکمہ احدا. الکھف: ٢٦

اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ام لھم شرکاءشرعولھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ ولولاکلمت الفصل لقضی بینھم وان الظلمین لھم عذاب الیم. الشوری: ٢١

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایسا قانون وضع کیا ہے جس کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی اگر فیصلے کی بات پہلے نہ طے ہو گئی ہوتی توان کا فیصلہ کر دیا جاتا یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے.

امام محمد بن عبدالوہاب اپنی کتاب التوحید میں سورہ توبہ کی آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم... ،اور عدی بن حاتم کی مشہور حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لہذا اسے توحید عبادت یا توحید الوہیت یا توحید شرع بالتشریع یا توحید اطاعت یا توحید حاکمیت وغیرہ کہنا برابر ہے. "(کتاب التوحید)

امام ابن حزم 'فلاوربک لایومنون... کے ضمن میں فرماتے ہیں:

" اللہ نے قسم کھاکر وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ انسان اسی صورت میں مومن ہو سکتا ہے جب وہ نبی ﷺ کو ہر معاملے اور ہر قضیے میں فیصل وصاحب تحکیم مان لے اور یہ ماننا دل کی ایسی گہرائی اور خلوص سے ہو کہ پھر دل میں کسی قسم کی خلش وسوسہ یا تنگی محسوس نہ کرے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تسلیم کرنا اور حکم ماننا دو الگ الگ چیزیں ہیں

تحکیم ہی وہ ایمان (وتوحید) ہے جس کے علاوہ کسی اور چیز کو ایمان کہا ہی نہیں جاسکتا۔(الفصل فی الملل والاھواء والنحل:۲۳۵-۳)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنااور عبودیت کے توسل سے دعااور مغفرت طلب کی ہے۔(اور دعامیں)اللہ کی حمد و ثناکا وسیلہ اللہ کی عبودیت کا اقرار اور عبودیت توکل انابۃ اور تحاکم کو قرار دیاہے۔پھر مغفرت طلب کی ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ توکل اور انابۃ کی طرح تحاکم یعنی اللہ کے احکام کو نافذ کرنا،مانااس کے مطابق حکومت اور فیصلے کرنا بھی عبادت ہے"۔(المدارج:۳۲-۱)

شیخ امین شنقیطی ولا یشرک فی حکمہ... کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ کے حکم میں شریک کرنااور اسکی عبادت میں شریک کرناایک ہی معنی ومفہوم رکھتاہے ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے جو شخص اللہ کے نظام کو چھوڑ کر غیر اللہ کے نظام کو اپناتے ہیں اس کے قوانین کے بجائے دوسروں کے قوانین کی اتباع کرتاہے یہ ایساہی ہے جیسابت کی عبادت کرنااور اس کے آگے سجدہ کرناان میں کسی بھی لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہی قسم کے عمل ہیں دونوں کے مرتکب کو مشرک وکافر کہاجائے گا۔(اضواء البیان:85-82/4)

شبہ:

یہ مرجیہ یہ بھی باطل شبہ پیش کریں گے کہ بنو عباس اور بنوامیہ کی اتنے سوسال سلطنت رہی اور وہ قرآن وحدیث کے مخالف اعمال وظلم وزیادتی کا رتکاب کرتے تھے.اوران کے ادوار میں اہلسنت وسلف صالحین نے ان کے اس عمل کو کفر نہیں کہابلکہ اسے کفر دون کفر(یعنی کفر اصغر)قرار دیا کہ جس سے آدمی کافر نہیں ہوتا.اس لیے آج کے

طاغوتی حکمرانوں کی بھی ان کے مانند تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ مرجیہ اپنی دلیل میں ان ظالم حکمرانوں کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے خوارج کہ رد میں فرمایا تھا کہ جب خوارج نے ان حکومتوں کے اللہ کے حکم سے خلاف ورزی پر یہ دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللّٰه فاولئك هم الكفرون. (المائدہ: ٤٢)

اور جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن عباس نے اس کی تردید کی اور فرمایا:

ليس الكفر الذى تزهبون هى كفر دون كفر.

یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ کفر دون کفر ہے۔

ازالہ:

حضرت عبداللہ بن عباس کا بنوامیہ کے حکمرانوں کا اللہ کے احکام سے انفرادی خلاف ورزیوں کو کفر اکبر قرار نہ دینا بلکہ اسے کفر دون کفر یا کبیرہ گناہ قرار دینا بالکل صحیح ہے۔ تمام صحابہ کرام اور سلف صالحین کا اللہ تعالیٰ کے احکام کو بالفعل حکم و قانون ٹھراتے ہوئے خواہش نفسانی کے زیر اثر کسی حاکم یا قاضی کے انفرادی طور پر فیصلے میں ناانصافی اور ظلم کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

جو حکومت اللہ تعالیٰ کی شریعت تمام احکام و قوانین کو ہی اپنے ملک کے تمام محکموں میں بالفعل حکم اور مرجع قانون ٹھرا کر نافذ کرے۔ پھر اگر کوئی حاکم یا قاضی انفرادی طور پر اپنی نفسانی خواہشات اور دنیا طلبی کی خاطر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرے اور اس کی شریعت کے فیصلوں میں ناانصافی کرے تو یہ توحید حاکمیت میں شرک یا کفر اکبر نہیں۔ لیکن خوارج اس حکومت کو بھی جو اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کو نافذ اور حکم ٹھراتے ہوئے کسی

فیصلے میں ناانصافی اور ظلم کرے یا اجتہادی غلطی کا شکار ہوا سے کافر سمجھتے تھے.اور اس کے خلاف قتال و خروج کرنا جائز سمجھتے تھے.اور اسی بنیاد پر ناحق بنوامیہ کے مسلم حکمرانوں کے خلاف لڑتے رہے. جبکہ خلافت بنوامیہ اللہ کی حاکمیت سے کفر و شرک کی مرتکب نہیں ہوتی. کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے مخالف کبھی قانون سازی نہیں کی اور نہ ہی کوئی غیر اسلامی احکام و قوانین اجتماعی طور پر مقرر کیے. بلکہ ان حکومتوں کی عدالتوں کا مرجع و مصدر بالفعل قرآن و سنت اور شریعت کے احکام و قوانین تھے. لیکن بعض دفعہ وہ انفرادی طور پر نفسانی خواہشات اور دنیا طلبی کی وجہ سے فیصلہ میں ناانصافی اور ظلم سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم اور شریعت کی خلاف ورزی کر جاتے.اور انھیں پتہ بھی ہوتا کہ ہم نے اس فیصلے میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کی ہے.تو بنوامیہ جیسی حکم بغیر ما انزل اللہ کی نوعیت میں سلف صالحین کفر کے لیے استحلال کی شرط لگاتے ہیں جیسا کہ سلف کے اقوال سے ظاہر ہے.(یعنی وہ کافر تب ہوں گے جب فیصلہ میں ناانصافی اور ظلم کو شریعت سے افضل جائز اور حلال سمجھ لیں.) ایسی صورت میں جب مجموعی طور پر ملک کے تمام قوانین اسلامی مقرر ہوں البتہ کوئی حاکم یا قاضی اپنے ایما پر اس کی خلاف ورزی کرے اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے'انسانوں کی حق تلفی اور ان پر ظلم کا مرتکب ہو تو یہ ظلم نافرمانی اور گناہ ہی کہلائے گا.اس صورت میں یہ اللہ کی حاکمیت میں شرک نہیں کہلائے گا.

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں مجرد شرک و کفر اس صورت میں ہوتا ہے جب ملک میں اسلامی قوانین کی بجائے انسانوں کے متعین کردہ غیر اسلامی قوانین کو اجتماعی طور پر نافذ اور مستقل حکم و قانون ٹھرایا جائے جیسا کہ جمہوریت میں ہے جس کے مطابق ہر ایک کو فیصلہ کرنا اور کرانا لازم ہو.یعنی یہ حکم بغیر ما انزل اللہ کسی حاکم کا انفرادی طور پر نہیں ہے.بلکہ یہ شرکیہ تشریعی حکم بغیر ما انزل اللہ ہے جو خود ساختہ اور غیر اسلامی قوانین کی اطاعت میں کیا گیا.تو یہ اللہ کی حاکمیت میں شرک اور کفر اکبر ہے. اور یہ غیر اللہ کی صریحاً عبادت ہے اور اس شرک و کفر میں بھی اعتقاد کے کفر کے ہونے کی شرط لگانا ہر گز درست نہیں بلکہ یہ غالی مرجیہ کا وطیرہ ہے جو مجرد کفر و شرک میں بھی اعتقاد کی شرط لگاتے ہیں.

البتہ یہ شرط بنوامیہ کے کے ضمن میں ضرور لگتی ہے (جسے خوارج نہیں مانتے تھے) کیونکہ

بنوامیہ اور بنوعباس کے حکام نے اپنے سب ظلم وناانصافی کے باوجود یہ جرأت نہیں کی تھی کہ وہ کسی معاملے میں اللہ کے حکم کے مخالف قانون کو فیصل اور حکم ٹھرائیں. اور توحید الوہیت وحاکمیت کے منافی شرک کاارتکاب کریں. یہ جرأت توآج کے جمہوری نظام نے کی ہے جنہوں نے انسانوں کی رائے اور خود ساختہ وضع کردہ قوانین کو ہر معاملے میں اجتماعی طور پر فیصل اور حکم ٹھرایاہے. جب کوئی ایسی صورت کامرتکب ہو تواسلامی نظریہ توحید اور سلف صالحین کے منہج کی اتباع میں یہ واضح طور پر شرک و کفر ہے. نہایت ہی افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایسے نظام طاغوت کو کفر ٹھرانے کو بھی خوارج کی روش قرار دیتے ہیں. جبکہ خوارج کا باطل نظریہ حاکمیت واضح ہے کہ وہ اللہ کی حاکمیت میں شرک اس صورت میں بھی مراد لیتے تھے جب اسلامی قوانین کو عملًاانفرادی اور اجتماعی طور پر نافذ کرکے اور فیصل وحکم ٹھراکر کوئی انفرادی طور پر اس سے انحراف کرے. سلف صالحین ایسی صورت میں اللہ کی حاکمیت سے انحراف کو کبیرہ گناہ یا کفر دون کفر یعنی کفراصغر مراد لیتے تھے. حضرت عبداللہ بن عباس کی کفر دون کفر کی تفسیر خوارج کے اس نظریے کے رد میں تھی جب انھوں نے بنوامیہ کے حکمرانوں کی ناانصافیوں اور غلطیوں پر انھیں کافر کہنا شروع کیا.

اس سے ثابت ہوتاہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا مذکورہ آیت ومن لم یحکم... میں کفر دون کفر کا قول اس آیت کی مکمل تفصل وتفسیر نہیں بلکہ بنوامیہ کی اللہ کی حاکمیت سے انحراف کی صورت اور اس پر خوارج کی غلطی کی نشاندھی اور اصلاح کیلیئے تھا. حضرت عبداللہ بن عباس کی اس قول سے غیر اللہ کی قانون سازی کرنے والی اور ان کے خود ساختہ قوانین کو مجموعی طور پر حکم اور قانون ٹھراکر صریح شرک وکفر کاارتکاب کرنے والی آج کی جمہوری حکومتوں کو بچانے کی کوشش کرناصریح طور پر باطل ہے. اور متاخرین علماء سلف نے اس کارد کیاہے.

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ آثار جو ابن عباس وغیرہ سے مروی ہیں ان اقوال میں سے ہیں جن کے ساتھ ہمارے زمانے کے گمراہ کرنے والے بعض نام نہاد اہل قلم (مرجیہ) اوران کے علاوہ دین پر جرأت کرنے والے کھیل رہے ہیں. یہ لوگ ان اقوال کو ان خود ساختہ شرکیہ قوانین کیلئے عذر یا جواز کی دلیل بناتے ہیں جو آج کل اسلامی ممالک پر ٹھونس دیئے گئے ہیں". (عمدۃ التفسیر)

شیخ محمود شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان (خوارج) کا سوال اس چیز کے متعلق نہ تھا جس کے ساتھ ہمارے زمانے کے بدعتی (مرجیہ) لوگ دلیل پکڑتے ہیں یعنی لوگوں کی جان و مال اور عزت کے معاملات میں کسی ایسے قانون کی بنیاد پر فیصلے صادر کرنا جو شریعت کے مخالف ہو اور ایسے قانون بنانا جو مسلمانوں کو احکام الٰہی چھوڑ کر کسی دوسرے کے قانون کی طرف رجوع کرنے کا پابند کرتے ہیں. کیونکہ ایسا کرنا تو اللہ کے حکم اور دین سے سراسر اعراض و انکار ہے اور اللہ کے دین پر کفار کے نظام کو ترجیح دینا ہے جو کہ صریح کفر ہے. ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کسی بھی اہل قبلہ کو شک نہیں". (عمدۃ التفسیر)

شیخ عمر اشقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ نہ کرنے سے آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا کا مطلب یہ ہے کسی قاضی یا حکمران وقت کا کوئی ایسا وقتی (ناانصافی اور ظلم کا) فیصلہ جو اس نے اپنی خواہش یا ضرورت سے مغلوب ہو کر کیا ہو جبکہ تمام فیصلوں میں وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احکامات کا پابند ہو ایسا آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا. اس کے برعکس وہ لوگ جو مکمل طور پر کفار کے قوانین لا کر اسلامی ممالک میں نافذ کرتے ہیں یا کر چکے ہیں اور مسلم عوام کو مجبور کرتے ہیں کہ ان قوانین کو ہی تسلیم کریں. جو ان کی بات سے

انکار کرتا ہے اسے ہر قسم کی سزا دینے پر بھی یہ حکمران ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں جو انھیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں انھیں بھی بدترین سزائیں دیتے ہیں ایسے حکمرانوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں".(العقیدہ فی اللہ)

اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کی حکم کی مطلقاً نافرمانی اور اللہ کے حکم میں شرک کے مفہوم کو سمجھیں.تاکہ ہم قرآن مجید کی ایسی آیات (ولا یشرک فی حکمہ احد..) کا مطلب سمجھ سکیں اور اس میں شرک سے بچ سکیں.

شیخ سیلمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے نازل کردہ کے خلاف دواحکام ہیں ایک وہ ہیں جو توحید کی ضد ہیں(مثلاً وضعی قانون کا نفاذ)اور دوسرا جو فروع میں ہیں(مثلاً فیصلہ میں انفرادی ظلم وناانصافی)...خوارج جو اللہ کے نازل کردہ کے خلاف حکم دے کو کافر کہتے ہیں. اہلسنت کا اس کے خلاف اجماع ہے ہم صرف اسے کافر سمجھتے ہیں جو توحید میں اللہ کے نازل کردہ کے خلاف حکم کرے بلکہ اس کی ضد شرک (غیر اسلامی قوانین حکم ٹھرانے) کو جس نے اختیار کیا".(التوضیح عن توحید: ١٦١)

شبہ:

یہ مرجیہ سلف صالحین پر جھوٹ باندھ کر طاغوتی حکمرانوں کا دفاع اور ان کی مطلق اطاعت کی دعوت دیں گے کہ سلف صالحین کلمہ گو حکمرانوں کے خلاف بالکل ہی خروج وقتال کے قائل ہی نہیں تھے اور وہ حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق اور دعوت کے ذریعے اصلاح کرنے کے قائل تھے.

ازالہ:

حالانکہ سلف صالحین صرف ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کے قائل نہیں تھے البتہ ان کے کفر وشرک پر سلف صالحین نے ان کے خلاف خروج وقتال کرنا جائز سمجھتے تھے۔ عام طور بنوامیہ وبنوعباس کی حکومتوں میں انفرادی ظلم کے علاوہ مستقل اجتماعی طور پر عدالتوں میں شریعت کے قوانین کو ہی حکم اور قانون ٹھرایا جاتا تھا لیکن جب تاتاری حکمرانوں نے شریعت کی بجائے اجتماعی طور پر خودساختہ قوانین کو حکم اوراور قانون ٹھرایا تو مسلمان قاضیوں نے ان عدالتوں میں ان کے خودساختہ غیراسلامی قوانین 'یاسق' کے مطابق فیصلے کرنے سے انکار کردیا۔ اوراس دور کے سلف صالحین امام ابن کثیر وامام ابن تیمیہ اور دیگر نے اجماعاً ان کے کفراور ان کے خلاف خروج وقتال کا فتویٰ دیا۔ اس طرح عباسیوں کے دور میں جب مصراور افریقہ میں غیر اسلامی قوانین کو حکم اور قانون ٹھرایا گیا تو سلف صالحین نے ان کے خلاف قتال کا حکم دیا اوران کے علاقوں کو دارالحرب قرار دیا گیا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر امام محمد بن عبدالوہاب کے ذکر کردہ قول سے واضح ہوتا ہے۔

اب ہم مرجیہ کے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ سلف صالحین مطلقاً حکمرانوں کے خلاف خروج کے قائل نہیں تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ

"ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تنگی اور آسانی پسند اور ناپسند پر اطاعت کی بیعت کی اوراس بات پر بیعت کی کہ ہم اقتدار کو حکمرانوں سے نہیں چھینیں گے سوائے اس صورت کے کہ تم ان میں کفر بواح دیکھو جس کی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو۔" (صحیح بخاری ومسلم)

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقہاء نے ایسے حکمرانوں کی اطاعت پر اجماع کیا ہے جس کی برائیاں اچھائیوں سے زیادہ ہوں۔ اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنے پر بھی اجماع ہے۔ اس کی اطاعت اس کے خلاف بغاوت سے اس لئے بہتر ہے کہ بغاوت میں لوگوں

کا خون بہے گا. اس کی دلیل یہ مذکورہ حدیث اور اس جیسی دیگر روایات ہیں البتہ وہ حکمران اس سے مستثنیٰ ہیں جو ایسے کفریہ کام کریں جن کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو یعنی صریح کفر کریں تو ان کی اطاعت جائز نہیں' بلکہ طاقت و قدرت ہو تو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے." (فتح الباری)

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر حاکم پر کفر و بدعت اور تحریف طاری ہو تو وہ حکم و اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی اطاعت ساقط ہو جاتی ہے اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑے ہونا اور اسے مسترد کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر ایسا کرنا کسی گروہ کے بس میں ہو تو ان پر اس کافر کو ہٹا دینا فرض ہو جاتا ہے". (شرح مسلم للنووی)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کے علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جب کوئی گروہ اسلام کے ظاہری اور متواتر چلے آنے والی ذمہ داریوں اور واجبات کی ادائیگی سے دست کش ہو جائے ان سے قتال کرنا واجب ہو جاتا ہے". (مجموع الفتاویٰ)

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے حکمران جن سے کفریہ افعال کا ظہور ہو ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس بارے میں اپنی ذمہ داری نبھانے کیلئے اٹھ کھڑا ہو. جس میں طاقت و قوت ہو گی اسے ثواب ملے گا جو طاقت کے باوجود سستی کرے گا اسے گناہ ملے گا اور جس کی طاقت نہ ہو اسے چاہیے کہ ایسے ملک سے ہجرت کر جائے اس پر اجماع ہے". (فتح الباری)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان لوگوں کے بارے میں جواپنے فیصلے طاغوتی حکام کے پاس لے جاتے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ لوگ اللہ اوراس کی شریعت کے منکر ہیں وہ شریعت جس کی اتباع کا حکم اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبانی دیا ہے بلکہ یہ لوگ آدم علیہ السلام سے لے کراب تک تمام آسمانی شریعتوں کے منکر ہیں'ان کے خلاف جہاد لازم ہو گیا ہے جب تک یہ اسلام کے احکام کو قبول نہ کریں اوران پر یقین نہ کرلیں اوراپنے باہمی معاملات کے تصفیے شریعت مطھرہ کے مطابق نہ کریں اوران تمام شیطانی طاغوتی امور کو چھوڑنہ دے جن میں یہ ملوث ہیں".(الدواءالعاجل)

شبہ:

یہ مرجیہ شرکیہ جمہوریت اور پارلیمنٹ میں جانے کے لیے یہ شبہ پیش کریں گے کہ پارلیمنٹ میں قانون سازی اوررائے زنی صرف ان نئے پیش آنے والے کے مطلق ہوتی ہے جن کے مطلق شریعت میں واضح نص موجود نہیں مثلام ٹریفک کے قوانین'بجلی کے قوانین وغیرہ.اوریہ اسلامی نظام شوریٰ ہے. اور کہتے ہیں کہ ہم پارلیمنٹ میں مصلحت کی بناپر جاتے ہیں اور بگاڑو خرابیوں کو دور کرنے اہل باطل سے بحث ومقابلہ کرنے کے لئے جاتے ہیں۔

ازالہ:

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ پارلیمنٹ تو دین کے بنیادی قوانین سود'زنااوراس کی حدوداور دیگر تمام حدود و قوانین کے متعلق رائے زنی اوراکثریتی ووٹ کی بنیادپر قانون سازی کرتے ہیں.اس لیے اس شرکیہ پارلیمنٹ میں دین کے نام نہاد دعوی وخیال پر بھی جانادرست نہیں.اگرچہ یہ ایک اچھاخیال یامقصد ہے لیکن اس کے لئے اختیار کیاجانے والا ذریعہ غیر شرعی ہے. اور مسلمانوں کے ہاں اصول یہ ہے کہ اچھے کام کے لئے ذریعہ بھی جائزاور شرعی ہونا ضروری ہے جب کہ آپ نے یہ ذریعہ شرکیہ وبدعیہ اختیار کرلیاہے جو کہ اللہ کی صفات میں شراکت کے برابر ہے. جبکہ ہر مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک وکفر سب سے بڑی خرابی ہے.

شرک میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان کو قانون سازی اور رائے زنی کا حق دیا جائے جیسا کہ اہل پارلیمان کو ہوتا ہے' جبکہ قانون بنانا اللہ کی صفت ہے'(جبکہ پارلیمنٹ کے شرکیہ قانون کے مطابق پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت قانون وضع کرنے کے لیے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے)'شرک میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائے جب انسان عبادت کی یہ قسم طاغوت کے لئے کرتا ہے تو وہ شخص مشرک بن جاتا ہے 'کفر میں سے یہ بھی ہے کہ انسان طاغوت (وضعی دستور) کی عزت واحترام کی قسم کھائے جس کے انکار کا اللہ نے حکم دیا ہے' کفر میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اللہ کے احکام کو اپنی تحقیقات کا نشانہ بنائے اس میں چھانٹی کرے کہ کون سا قابل نفاذ و قابل عمل ہے کونسا نہیں ؟اس طرح کفر باللہ کا دروازہ کھولے یعنی اللہ کی شریعت کو اپنانے یا نہ اپنانے کا اختیار اور اس پر رائے زنی وغیرہ یہ سب امور اسلام سے مرتد کرنے والے ہیں لہٰذا جو لوگ ان امور کی جراءت کرتے ہیں انہیں خبردار ہونا چاہیئے اور یہ سمجھ جانا چاہیئے کہ اللہ کے ساتھ کفر وشرک سب سے بڑی برائی اور خرابی ہے اور کوئی اچھا مقصد غلط ذریعے کو اچھا نہیں بناتا جبکہ یہاں ذریعہ کفریہ وشرکیہ اپنایا جارہا ہے۔

پارلیمانی نظام کے اس واضح کفر کے باوجود بعض کم عقل اسے اسلام کے نظام شورائیت سے موازنہ کرتے ہیں. جبکہ اسلام کا نظام شوریٰ مسلمانوں کے معاملات چلانے میں مطلق العنان اور مختار کل نہیں ہے بلکہ لازماً اس دین کی حدود سے محدود ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی قانون سازی سے مقرر فرمایا ہے اور قرآن کے اس اصل الاصول کا پابند ہے.

وما اختلفتم فیه من شئی فحکمه الی اللّٰه.

اور جس چیز میں بھی تم نے اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے حکم سے ہے.

اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تو مشورہ کر سکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عملدرآمد کس طریقے سے کیا جائے ؟تاکہ اس کا منشا ٹھیک طرح سے پورا ہو. اور اس کے مجاز بھی

صرف متقی اہل حل و عقد ہو سکتے ہیں لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں ہو سکتا کہ جس قطعی معاملہ کا فیصلہ اللہ اوراس کے رسول نے کر دیا ہو. اس میں وہ خود کوئی اپنی آزادانہ رائے یا اپنے کسی وضعی اصول سے ترمیم کرے جیسا کہ جمہوریت میں ہے'اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی نظام شوریٰ کا پارلیمنٹ یا جمہوریت سے موازنہ درست نہیں. کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دستور میں یہ کہا گیا ہے (جبکہ یہ صرف بطور سفارشی حیثیت کے ہے) کہ کوئی غیر اسلامی قانون نہیں وضع کیا جائے گا اور نہ ہی نافذ کیا جائے گا. اس لیے یہ دستور اسلامی ہے. جبکہ اسی (اسلامی جمہوریت کہلانے والے) جمہوری دستور میں جمہوریت کا یہ بنیادی فلسفہ اور قانون بھی شامل اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ جس کے مطابق پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت کوئی بھی قانون وضع کرنے کے لیے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے. اور پھر یہ عملاً اس فلسفے پر عمل کرتے اور تمام غیر اسلامی قانون وضع کرتے ہیں.

مشہور اہلحدیث عالم مولانا عبد الرحمن کیلانی اپنی کتاب خلافت و جمہوریت میں فرماتے ہیں:

"جمہوریت ایک لادینی (سیکولر کفریہ) نظام ہے (چاہے اسلامی جمہوریت کے نام پر ہی کیوں نہ ہو) اوراس کے علمبردار مزہب سے بیزار تھے. جبکہ خلافت کی بنیاد ہی اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے تصور پر ہے اوراس کو اپنانے والے انتہائی متقی اور بلند اخلاق تھے ہمارے خیال میں جیسے دن اور رات یا اندھیرے اور روشنی میں سمجھوتہ ناممکن ہے. ایسے ہی دین یا لادینی'خلافت یا جمہوریت میں مفاہمت کی بات ناممکن ہے. لہذا اگر جمہوریت کو بہر حال اختیار کرنا ہے تو اسے توحید و رسالت سے انکار کے بعد ہی اپنایا جا سکتا ہے". (خلافت و جمہوریت)

شبہ:

جہاں تک مرجیہ کہ اس شبہ کی بات کہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا صریحاً کفر ہے 'لیکن صرف عمل سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوگا جبکہ وہ دل میں اسے گناہ سمجھتا ہو اور دل میں اسلام اور مسلمانوں کو حق پر سمجھتا اور ان کی فتح چاہتا ہو. ان مرجیہ کے نزدیک یہ کفر اسی صورت میں ہوگا جب کوئی دل اور اعتقاد سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کو جائز اور حلال سمجھتا ہو اور دل سے کفار کو حق پر اور ان کی فتح چاہتا ہو. سلف صالحین نے اس ضمن میں بھی مرجیہ کا خوب رد کیا ہے.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یایھاالذین امنولاتتخذوا الیھودوالنصارىٰ اولیاءبعضھم اولیاءبعض ومن یتولھم منکم فانه منھم ان الله لایھدی القوم الظلمین. المائدہ: ۵۱

اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ' وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں' اور جو تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہے' بے شک اللہ قوم کو ہدایت نہیں دیتا.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں مرجیہ کے رد میں فرماتے ہیں:

"اس کا معنی یہ ہے کہ جو یہودیوں اور عیسائیوں کی موافقت کرتا ہے اور ان کی مدد اور تعاون کرتا ہے تو وہ ان (کفار) میں سے ہی شمار ہوتا ہے. تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق و متحد ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا شان نزول ایک ایسی قوم کے افراد سے متعلق ہے جو بظاہر اسلام کا دعویٰ اور اظہار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں یہ خوف جا گزیں تھا کہ اگر بالفرض اہل اسلام کافروں کے ہاتھ شکست کھا گئے تو پھر ہمارا کیا بنے گا ہم کدھر جائیں گے 'بس اس خوف سے وہ کلمہ پڑھنے کے باوجود یہودیوں 'عیسائیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ بنا کر رکھتے تھے. ان کے دوستانہ تعلقات کی بنیاد فقط وہ خوف تھا جو ان کے دل ودماغ پر بری طرح سوار تھا. کافروں سے دوستیاں کرنے والے اور ان سے

بناکر رکھنے والوں کے دلوں میں یہ اعتقادو نظریہ بالکل نہ تھاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے پیغمبر ہیں اور یہود و نصاریٰ سچے ہیں". (مجموع الفتاویٰ: ۱۹۳-۷)

شیخ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں مرجیہ کے رد میں فرماتے ہیں:

"اللہ رب العزت کے اس زیر تفسیر فرمان ومن یتولھم... کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گاوہ ان کے گروہ میں ہی شمار ہوگا. ان سے دوستی کرنے والے پر بھی وہی حکم اور قانون لاگو ہوگا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہوگا باوجود اس کے کہ وہ زبانی دعویٰ کرتا رہے کہ میں تو (دل میں) ان یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں' اس لیے کہ ظاہری حالات وواقعات اور عمل و کردار کی شہادت ان کافروں کے ساتھ پوری پوری موافقت کی واضح دلیل ہے". (محاسن التاویل للقاسمی: ۲۴۰-۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لایتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلك فلیس من اللہ شیء.

"اہل ایمان' مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ہر گز دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں."

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنی حمائتی اور مددگار نہ بناؤ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ' مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ. جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا فلیس من اللہ شیئ یعنی اس طرح کرنے

سے وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا. اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے". (تفسیر الطبری: ۳۱۳-۶)

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب ہے یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت' طاقت اور ہر طرح کی مدد فراہم کرتا ہے تو وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا. گویا اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتا جائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا' وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھرے گا نہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہو گا' اس لیے کہ وہ مرتد ہو چکا ہے' یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم یا قیام قیامت تک جاری رہے گا". (تفسیر القرطبیؒ: ۲۱۷-۶)

شبہ:

مرجیہ دور حاضر کہ کفار کے دوست طواغیت کے دفاع کے لیے حضرت حاطب بن ابی بلعتہ رضی اللہ کے واقع کو بھی بنیاد بناتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسلمانوں کا راز فاش کرنے کی کوشش کے باوجود قتل نہیں کیا. اور ان سے در گزر کیا.

ازالہ:

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے ان کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے در گزر کیا گیا' انہوں نے وہ فعل مسلمانوں کو کوئی حقیقی نقصان پہنچانے کی نیت سے نہیں کیا تھا ان کا خیال تھا کہ اس سے مسلمانوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا. اس لیے ان کو (موانع تکفیر) تاویل کا عذر دیا گیا جس میں وہ سچے تھے. ان کا فعل آج کے کفار و طواغیت کے

کفر کی مانند کس طرح ہو سکتا ہے جو کفار سے تولی مسلمانوں کو حقیقی نقصان پہنچانے کی نیت سے کرتے ہیں. اور حقیقی طور مجاہدین اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے اور انہیں قتل و قید کرتے ہیں.

سلف صالحین اس مسئلہ کے ضمن میں اسی بات کی تصریح کی ہے. جبکہ مرجیہ سلف سے الٹ اس دلیل سے طواغیت کا دفاع کرتے ہیں.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحیحین میں حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ منافق زندیق کو قتل کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ جب عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ تو بدر میں حاضر ہوا ہے اور تمھیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں کے متعلق فرمایا ہے: ''تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔'' اس واقعے میں دلیل ہے کہ منافق کو توبہ کرائے بغیر قتل کرنا مشروع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عمر کی اس بات کا انکار نہیں کیا (کہ اس عمل کی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں) کہ جب انھوں نے منافق کو قتل کرنا حلال سمجھا، لیکن آپ نے ان کو یہ جواب دیا کہ وہ منافق نہیں بلکہ بدری ہیں جن کو اللہ نے معاف کیا ہوا ہے۔ پس اگر کوئی نفاق ظاہر کرے جس کے نفاق ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو وہ مباح الدم ہے، یعنی اسے قتل کرنا جائز ہو گا۔'' (مجموع الفتاویٰ: ۶۸-۳۵)

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو بات مجھ پر واضح ہوئی، وہ یہ ہے کہ حاطب کی حدیث اب اس معاملے میں مستقل حجت نہیں ہے، کیونکہ جب انھوں نے اپنے بارے میں عذر پیش کیا، جو مذکور ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حاطب سچ کہتا ہے۔'' نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے سے حاطب کا قطعی طور پر سچا ہونا تو ثابت ہو گیا لیکن حاطب کے علاوہ اگر اب کوئی جاسوسی کرے گا تو اس کے باطن کی سلامتی کا حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، نہ اس بات میں اس کے سچا ہونے کا یقین ہی ہو سکتا

ہے جس کے متعلق وہ عذر پیش کرے، چنانچہ اس حدیث میں مذکور قصہ صرف اسی واقعے کے ساتھ خاص ہے ۔اس کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ جس طرح اس میں ان کے سچا ہونے کا علم ہو گیا ہے، ان کے علاوہ کسی اور کا سچا ہونا معلوم نہیں ہو سکتا۔(کیونکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا) میرے نزدیک یہ واقعہ اس درجے میں ہے جو اہل اصول نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی حکم کسی معین اور خاص علت کے ساتھ معلل ہو تو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔"(اکمال المعلم شرح صحیح مسلم:۷-۵۳۷)

سیدنا حاطب کے اس فعل سے نہ ہی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی نیت تھی اور نہ ہی اس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان ہوا تھا' اور وہ اس مسئلہ میں شبہ لگ جانے کی وجہ سے متاول کا عذر رکھتے تھے. ان کے فعلکو موجودہ حکمرانوں کے فعل کے ساتھ ہرگز نہیں ملایا جا سکتا بلکہ یہ تو جاسوسی کرتے ہی اس لیے ہیں تاکہ یہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں یا انھیں قتل یا قید کرا سکیں' اور ان کی جاسوسی کے نتیجے میں مسلمان قتل اور گرفتار ہوتے ہیں؟ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، مدرسوں اور مسجدوں پر ڈرون حملے اور بمباریاں ہوتی ہیں.

سلف صالحین اس مسئلہ کے ضمن میں اسی بات کی تصریح کی ہے.

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حاطب اپنے اِس فعل میں متاول تھے، ان کا خیال تھا کہ اس مراسلت سے مسلمانوں کو کوئی ضرر و نقصان نہیں ہو گا، اِسی لیے ان کے عذر کو قبول کر لیا گیا۔"(فتح الباری:۸-۸۱۰)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انہتر واں کبیرہ گناہ مسلمانوں کی جاسوسی کرنا اور ان کے خفیہ راز کافروں تک پہنچانا ہے۔اس میں حاطب بن ابی بلتعہ والی حدیث ہے اور عمر نے ان کو ان کے فعل کی وجہ سے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان

کے بدری ہونے کی وجہ سے عمر کو ان کے قتل سے منع فرمادیا۔ پس اگر اس کی جاسوسی سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے، اس پر مسلمانوں کا قتل ہونا، قید ہونا یا لوٹا جانا مترتب ہو، یا اس جیسا کوئی اور نقصان ہو تو ایسا شخص زمین میں فساد اور حرث و نسل کی بربادی کے لیے کوشاں ہے۔ اس کا قتل متعین ہے اور وہ سخت عذاب کا مستحق ہے۔"(کتاب الکبائر ۳۹۸)

اہلِ حدیث عالم مولانا عبدالرحمن کیلانی اپنی تفسیر میں سیدنا حاطب کے قصے کے متعلق لکھتے ہیں:

"اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی سچا مسلمان غلطی سے یا نتائج سے اپنی نافہمی کی بنا پر کوئی جنگی راز فاش کر دے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ مسلمان ہی رہتا ہے۔ البتہ اس کا یہ جرم قابلِ مواخذہ ضرور ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان دانستہ طور پر اور جان بوجھ کر ایسا کام کر جائے تو وہ منافق بھی ہے، کافر بھی ہو جاتا ہے اور قابلِ گردن زدنی بھی، اس کا یہ جرم معاف نہیں کیا جاسکتا۔"(تیسر القرآن: ۴۲۴-۴)

شیخ سعید بن علی بن وہب القحطانی لکھتے ہیں کہ میں نے سماحۃ العلامۃ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"ایسی جاسوسی جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو، وہ قتل کو واجب کرتی ہے لیکن حاطب کو ایک شبہ لاحق ہو گیا تھا، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے دو لحاظ سے ان کا عذر قبول فرمایا،

،ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا

،ان کے بدری ہونے کی وجہ سے

البتہ اب اگر مسلمانوں میں سے کوئی یہ کام کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ ارتداد ہے مگر حاطب کے حق میں نہیں ہے"۔(فقہ الدعوۃ فی صحیح البخاری: ۶۸۱-۲)

شبہ:

یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کے دفاع کے لیے اپنے آباؤاجداد قدیم مرجیہ کے خالص ارجائی دلائل کو بھی پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہیں: کہ ہر کلمہ پڑھنے والا شخص جنت میں جائے گا'... یا جنت اس پر حرام ہے کہ جس نے صدق دل سے کلمہ پڑھا'.... یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک حکمران نماز قائم کریں ان کے خلاف خروج وقتال نہ کرو...

ازالہ:

حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ ان فرامین رسول سے یہ تاویلات قدیم مرجیہ کی باطل تاویلات ہیں. اور سلف صالحین نے ان کا رد کیا ہے. یہ احادیث مطلقاً کلمہ کے نتائج کو بیان کرتی ہیں. جبکہ ان احادیث سے مرجیہ کی تاویل کا باطل ہونا اس لیے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے (معلوم دین بالضرورہ) دین کی بنیادی چیزوں کا خلاف کرنے والے مانعین زکوۃ کو جو اسلام اور کلمہ کا اقرار کرتے تھے اور نماز 'روزہ اور دیگر اسلامی احکام پر عمل کرتے تھے. ان کو زکوۃ نہ دینے کی وجہ سے کافر و مرتد قرار دیا اور ان سے قتال کیا. نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان زندیقوں کو جو کلمہ اور اسلام کے تمام احکام کا اقرار کرتے تھے لیکن آپ کے متعلق شرکیہ عقیدہ رکھتے تھے زندہ جلا دیا تھا.

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے پس آپ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا". (صحیح بخاری: ٦٩٢٢)

امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں. (متوفی پہلی ہجری)

"ان (زنادقہ) کے خلاف جہاد (ان کے کلمہ گو ہونے کے باوجود) مشرکین مکہ کے خلاف جہاد جیسا تھا کیونکہ خون بہانے 'ان کی اولاد کو غلام اور لونڈی بنانے اور ان کے مال کو مال غنیمت قرار دینے میں (کفار کی مانند) فرق نہیں کیا گیا". (کتاب الایمان)

شبہ:

یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کے لیے یہ باطل دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب ایک شخص کو جس نے کلمہ پڑھا اس کا فریب سمجھ کر اسے قتل کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل کو غلط قرار دیا. اس لیے ان کلمہ گو مشرکین اور طواغیت کو بھی قتل نہیں کرنا چاہیے.

ازالہ:

حضرت اسامہ رضی اللہ کا فعل تو اس لحاظ سے صحیح نہیں تھا کہ ایک شخص جس کے ظاہر سے اسلام کا اظہار تھا اور اس کے ظاہر سے کفار کا فعل یعنی اسلام اور کلمہ کا انکار یا مرتدین وزنادقہ کا فعل یعنی کفر وشرک وقوع پذیر نہیں ہوا تھا کہ جو نواقض الاسلام میں سے ہے کہ جس سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کا خون حلال ہو جاتا ہے. اس وجہ سے اس کا قتل صحیح نہیں تھا. جبکہ مجاہدین تو مرتدین وزنادقہ کا خون بہاتے ہیں جو کہ ظاہر سے کفر وشرک اور نواقض کا ارتکاب کرتے ہیں یہ چاہے منہ سے کلمہ پڑھتے رہیں ایسے کفر وشرک کے ارتکاب کرنے والے کلمہ گو مرتدین وزنادقہ کے خلاف قتال پر صحابہ کرام وسلف صالحین کا اجماع ہے.

اس حدیث سے جو اصل سبق ہے وہ یہ کہ جو شخص ہمارے سامنے ظاہر میں ایمان واسلام کا اظہار کرے اور اس کے منافی اور مناقص کفر وشرک کا اس سے اظہار نہ ہو اس کے باطنی نفاق کے شبہ پر کسی کو قتل نہ کیا جائے 'بلکہ اس کے ظاہر پر فیصلہ کیا جائے.

شبہ:

یہ مرجیہ طاغوتی حکمرانوں کے دفاع کے لیے یہ دلیل بھی پیش کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسل نے عبداللہ بن ابی منافق کا نفاق واضح ہونے کے باوجود اس کو قتل نہیں کیااس لیے ان طاغوتی حکمرانوں کے خلاف بھی قتال نہیں کرنا چاہیے.

ازالہ:

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے رکنے کی یہ وجہ نہیں بتائی کہ یہ کلمہ پڑھتا ہے اس لیے اس کا قتل جائز نہیں. بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'لوگ سمجھیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے'

یعنی اس کو قتل نہ کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی منافق ظاہراً مسلمانوں میں شامل تھااور مسلمانوں کی صف میں نمازیں اور دیگر معاملات میں شریک ہوتا تھا. اس وجہ سے وہ بہت سے دیگر کفار اور عام مسلمانوں کو علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نظر میں وہ حقیقی مسلمان تھا. اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ اس سے وہ کفار جن کے اسلام قبول کرنے کی مصلحت ہے یہ سمجھیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں. کیونکہ عبداللہ بن ابی ظاہراً مسلمانوں کی صف میں شامل تھا. اس دلیل سے آج کے طواغیت کا دفاع تو بلکل نہیں ہوتا کیونکہ وہ اہل توحید اور مجاہدین کی صف میں سرے سے شامل ہی نہیں کہ جن سے لوگوں کو دھوکا ہو کہ مجاہدین نے اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں. جبکہ یہ طواغیت تو واضح طور پر یہود و نصاری کی صف میں شامل اور ان کے اتحادی ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور اپنا نفاق چھپانے کی بجائے ظاہر کرتے ہیں اور واضح طور پر مجاہدین کو اپنا دشمن بتاتے ہیں'

اس دلیل کا اصل مرجع یہ ہے کہ جو منافق مجاہدین کی حقیقی صفوں میں شامل ہو اس کا نفاق کچھ لوگوں کے نزدیک چھپے ہونے اور مصلحت و فتنہ کے اندیشے کی وجہ سے اس کے قتل سے احتراض کیا جاسکتا ہے. لیکن مرجئہ کا ان واضح مرتدین و طواغیت پر کفر و ارتداد کے احکام کی بجائے منافقین کے احکام لاگو کرنا بالکل غلط ہے.

شبہ:

یہ مرجیہ طاغوتی حکمرانوں کے دفاع میں یہ دلیل بھی پیش کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوے کے موقع پر منافقین کی طرف سے مسلمانوں کا استہزاء اڑانے پر جس کے کفر ہونے پر قرآن مجید میں آیات بھی نازل ہوئیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل نہیں کرایا. اس لیے ان طاغوتی حکمرانوں سے بھی قتال نہیں کرنا چاہیے.

ازالہ:

یہ مرجیہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور مشرکین و طواغیت کے دفاع کے لیے اس واقع کے متعلق پوری حقیقت اور اللہ کے حکم کو چھپاتے ہیں. اس واقعہ کی مکمل تفصیل یہ ہے. کہ ایک جنگ کے سفر کے موقع پر کچھ منافقین نے مجاہدین کا استہزاء اڑایا کہ 'یہ پدی لوگ اہل روم کی طاقت سے لڑنے نکلے ہیں.' اس استہزاء میں کچھ مخلص مومنین بھی شریک ہوگئے. جب ان سب لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازپرس کی تو ان سب لوگوں نے توبہ کی اور کہا کہ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے. اس واقع پر قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں:

قل اباللہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستھزؤن لا تعتذروقد کفرتم بعد ایمانکم. التوبہ: ۶۵

"کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ مذاق اڑاتے ہو اب عذر نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے".

مرجیہ اپنی تلبیس کے لیے اتنی آیت تو پیش کر دیتے ہیں لیکن اس آیت کا اگلا حصہ نہیں بیان کرتے. کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کا تذکرہ کیا. اور فرمایا:

ان نعف ان طائفۃ منکم نعذب طائفۃ بانھم کانومجرمین. (التوبہ:٦٦)

"اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں گے تو دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے کہ وہ مجرم تھے."

جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان سب استہزاء کرنے والے لوگوں نے بظاہر توبہ کی جس میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی وجہ سے قبول کی اور کچھ جنہوں نے اخلاص سے توبہ نہیں کی ان کو آخرت میں عذاب کی بشارت دی گئی. لیکن ظاہراًان کی توبہ کی وجہ سے ان سے در گزر کیا گیا.

شبہ:

یہ مرجیہ یہ بھی شبہ پیش کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کلام اللہ کو مخلوق کہنے والوں کو کافر نہیں کہا. اس لیے ان مشرکین و طواغیت کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے.

ازالہ:

درحقیقت معتزلہ کا قرآن کو مخلوق کہنا اور صفات باری تعالیٰ کو نہ ماننے کی ان سے نیت باری تعالیٰ کی توحید 'تنزیہ اور تعظیم تھی. اور سلف صالحین کے نزدیک یہ ایمان و کفر کا یہ مسئلہ مسائل ظاہرہ میں شامل نہیں بلکہ مخفی مسائل میں سے. اس لیے اس میں خطا کھانے والے کو عذر دیا جائے گا.

لیکن اس دلیل سے کفر کے واضح مسائل ظاہرہ کا ارتکاب کرنے والوں کی تکفیر نہ کرنے کو دلیل بنانا بالکل باطل ہے. کیونکہ صحابہ کرام وسلف صالحین دین و توحید کے (معلوم الدین بالضرورہ) واضح مسائل میں خلاف کرنے والے پر حجت پہنچانے کے بعد تکفیر کرتے تھے.

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمارے خیال میں یہاں کچھ لوگوں سے غلطی ہو جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شرک اکبر شمار ہونے والے عمل کا مرتکب ہو جائے اور اس کی تاویل کرے تو وہ کافر و خارج عن الاسلام نہیں ہو گا اس کے لئے وہ دلیل کے طور پر مامون کا واقعہ پیش کرتے ہیں جب اس نے قرآن کو مخلوق کہا مگر تاویل کر کے' توامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے انہیں کافر نہیں کہا۔ یہ رائے جس کی بھی ہے نہایت ہی غلط ہے اس لئے کہ واضح شرک اور کفر جیسا کہ عبادت میں شرک کرنا اور اللہ کے رسول کا مذاق اڑانا(ان جیسے واضح کفر اور کفر خفی میں فرق ہے)جیسا کہ بعض کفریہ اقوال مگر ہوں اس طرح خفی کہ عام لوگ سمجھ نہ جائیں اس طرح اللہ کی صفات میں ایسی تاویل کہ بعض لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکتا.(سلف صالحین نے صرف ان کو عذر دیا ہے)کیونکہ واضح شرک اور خفیہ شرکیہ اقوال میں فرق ہے". (تطہیر الاعتقاد عن ادران الشرک والالحاد)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص صفات باری تعالیٰ کا حجت قائم ہو جانے کے بعد انکار کرے تو وہ کافر ہے البتہ حجت قائم ہونے سے پہلے اسے جہالت کا عذر دیا جائے گا کیونکہ (مخفی مسئلہ ہونے کی وجہ سے) صفات کا ادراک عقل 'فکر اور تدبر سے ممکن نہیں 'اس لیے ان سے جاہل کوئی شخص اس وقت تک کافر نہیں ہوتا جب تک اسے اس کی خبر نہ پہنچ جائے".(اثبات صفۃ العلو ابن قدامہ المقدسی:۱۲۴)

سلف صالحین کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ انہوں نے خلق قرآن کے مسئلہ کو مخفی ہونے اور حجت نہ پہنچنے کی وجہ سے عذر دیا جبکہ اس دلیل واضح کفر و شرک کرنے والوں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے ہیں.

شبہ:

یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کی دفاع کے لیے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ دور نبوی میں کچھ نئے نئے اسلام قبول کرنے والے صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجات کی برآوری کے لیے ذات نواط (استھانہ) مقرر کرنے کی استدعا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کافر نہیں کہا. اس لیے آج کے کلمہ گو مشرکین کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے.

ازالہ:

مرجیہ کے اس شبے کے رد میں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مشرکین کے ہاں اس قصے سے ایک اور شبہ ہے جس سے وہ دلیل لیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: بنی اسرائیل کے جن افراد نے کہا تھا

﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾

"ہمارے لیے ایک معبود بنا دے جس طرح کہ ان کے معبود ہیں۔"

اس سے وہ کافر تو نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح جن صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تھا، انھیں بھی کافر قرار نہیں دیا گیا تھا؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ نہ تو بنی اسرائیل نے کسی غیر اللہ کو الٰہ بنایا تھا اور نہ ان صحابہ ہی نے، جنھوں نے نبی ﷺ سے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تھا، اپنے لیے کوئی ذاتِ انواط مقرر کیا۔ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر بنی اسرائیل کسی غیر اللہ کو الٰہ بنا لیتے تو قطعاً کافر قرار پاتے۔ اسی طرح اس میں بھی اختلاف نہیں کہ صحابہ کرام جن کو نبی کریم ﷺ نے منع کیا تھا، اگر وہ آپ کی بات نہ مانتے اور آپ کے منع کرنے کے باوجود کسی

درخت کو ذاتِ انواط(حاجات کی برآوری کے لیے) مقرر کر لیتے تو وہ بھی کافر ہو جاتے۔" (کشف الشبہات:۲۴)

شبہ:

یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کے دفاع کے لیے حجاج بن یوسف کا شبہ پیش کرتے ہیں کہ اس ظالم نے اتنے مسلمانوں اور علماء کو ناحق شہید کیا لیکن سلف صالحین نے اسے کافر نہیں کہا.

ازالہ:

حالانکہ سلف صالحین نے حجاج بن یوسف کو اس وجہ سے کافر نہیں کہا کہ وہ چاہے جس قدر بھی ظالم تھا لیکن اس نے کسی کفر و شرک یا نواقض اسلام کا ارتکاب نہیں کیا کہ جس کی وجہ سے اسے کافر کہا جاتا.(کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمران کے خلاف خروج سے منع کیا جو کفر بواح کا مرتکب نہ ہو چاہے وہ ناحق طور پر ظالم ہو) جیسے کوئی باغی'قاتل'ڈاکو جس قدر بھی مسلمانوں کو ناحق قتل کرے تو ان کبیرہ گناہوں سے وہ کافر نہیں ہو گا.

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ آپ لوگوں کا سب سے بڑا دھوکا ہے جس کے ساتھ آپ لوگ عوام کو دھوکے میں ڈالتے ہیں کہ اہل علم فرماتے ہیں کہ کسی بھی گناہ کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر جائز نہیں حالانکہ یہ وہ(گناہ) نہیں جن کے بارے میں ہمارا نزاع ہے بلکہ ہماری بات ان سے بالکل مختلف ہے کہ خوارج ہر زانی'چور اور قاتل کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمان کو کافر کہتے تھے اور اہلسنت کا مذہب ہے کہ مسلمان کو صرف شرک کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں".(الرسائل الشخصیہ)

غرض یہ مرجیہ طاغوت کے دفاع کے لیے اور عوام کو دھوکہ دے کر انھیں طاغوت کا اطاعت گزار بنانے کے لیے بے شمار بودی دلیلیں گھڑتے ہیں. سلف صالحین نے مرجیہ کے شبہات کا رد خاص طور پر کیا ہے.

شبہ:

یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کی اس دلیل سے باطل استدلال کرتے ہوئے دفاع کریں گے. کہ 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.

من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واحل ذبیحتنا فذلك مسلم. (صحیح بخاری:۳۹۱)

"جو ہمارے طریقے پر نماز پڑھتا ہے ہمارے قبلے کی طرف رخ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے."

تو مرجیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ مشرکین وطواغیت مسلمانوں کے قبلے کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اس لیے ان کو کافر نہیں کہنا چاہیے.

ازالہ:

اس حدیث میں مطلقاً مسلمان کی پہچان کے لیے نماز پڑھنا اور قبلہ کی طرف رخ کرنے کے اشعار بتائے گئے .ہیں. لیکن اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتے ہوئے افعال کفر وارتداد کا مرتکب ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا. جیسا کہ صحابہ کرام نے مانعین زکوۃ جو کلمہ ونماز پڑھتے تھے ان کی تکفیر اور ان سے قتال پر اجماع کیا. اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "شیعان علی" کے نام سے منسوب گروہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور کلمہ گو تھے اور مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز بھی پڑھتے تھے 'ان کے شرکیہ عقائد کی وجہ سے ان کو قتل کیا.

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے پس آپ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا". (صحیح بخاری: ۶۹۲۲)

(زندیق وہ ہوتے ہیں جو اسلام سے خود کو منسوب کریں لیکن اپنے عقیدے اور عمل سے شرک و کفر کا ارتکاب کریں.)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث' من صلی صلاتنا.. کی تفصیل میں اس شبہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارے علماء کے قول ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہنا جائز نہیں سمجھتے سے صرف قبلہ کی طرف منہ کرنا مراد لینا (یا محض کلمہ پڑھ لینا) کافی نہیں' روافض میں ایسے غالی بھی ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ جبرائیل امین نے وحی لانے میں غلطی کی اللہ تعالٰی نے انہیں رسالت کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ معبود ہیں' یہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں تب بھی مومن نہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان من صلی صلاتنا...سے یہ مراد نہیں لہذا اس سے مطلقاً اہل قبلہ سے تکفیر کی نفی قطعاً صحیح نہیں ہے". (شرح الفقہ الاکبر: ۱۶۲)

ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اصول دین اور ضروریات دین کی مخالفت کرتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی". (مسائرہ: ۲-۲۱۲)

امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایسے گمراہ فرقے جن کی گمراہی اس طرح ظاہر ہو جائے اور منظر عام پر آجائے کہ ان کی تکفیر واجب ہو جائے' تو اگر وہ اس گمراہی سے باز نہ آئیں یا توبہ نہ کریں تو ان سب کا قتل کر دینا جائز ہے' ہاں اگر توبہ کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی". (دار المختار: ۲۹۷-۳)

اہلحدیث عالم شیخ عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ ضروریات دین کا منکر کافر ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مرتد ہے جیسے قادیانیوں کے بارے میں عموماً اہل علم کی رائے ہے اس لیے ضروریات دین کا منکر مرتد ہے تو اسے اہل کتاب پر قیاس کرنا قطعاً درست نہیں 'البتہ ان کے کفر وارتداد کا خصوصی حکم حجت قائم ہونے اور ان کے شبہات کا ازالہ ہونے کے بعد لگایا جائے گا 'اسی بنا پر تو ایسی صورت میں اہل علم لکھتے ہیں 'یستتاب ولا یقتل 'کہ اسے توبہ کروائی جائے گی اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب اس پر حجت قا ہو 'اگر وہ توبہ کرے تو فبھا ورنہ ارتداد کی وجہ سے اس کی سزا قتل ہے". (مقالات تربیت: ۲۰۲)

شبہ:

یہ مرجیہ جب مشرکین وطواغیت کا اپنے باطل مرجیہ دلائل سے دفاع کرنے میں ناکام ہو جائیں تو یہ مشرکین وطواغیت کے دفاع کے لیے تکفیر کی شروط اور موانع کو شبہ کی صورت میں پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ہم مانتے ہیں کہ یہ مشرکین وطواغیت کفر وشرک کر رہے ہیں لیکن ان کو کافر نہیں کہنا چاہیے کیونکہ کیونکہ یہ موانع تکفیر جہالت 'تاویل اور اکراہ کا عذر رکھتے ہیں.

ازالہ:

اس صورت میں بھی یہ لوگ موانع تکفیر میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے منہج سے روگردانی کر جاتے ہیں. اس میں کوئی شک نہیں کہ تکفیر کی شروط وموانع قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے اجماعی طور پر ثابت ہیں. اور ان موانع کے صحابہ کرام وسلف صالحین کے منہج کے مطابق حقیقی طور پر ہونے کی صورت میں تکفیر نہیں کرنی چاہیے. اور مجاہدین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں. اور مشرکین وطواغیت کو موانع تکفیر زائل ہونے کی صورت میں اور دعوت وحجت پہنچا دینے کے بعد ہی ان کو کافر کہتے ہیں.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تاہم جہاں تک کسی شخص کو متعین یا اس کی نشاندھی کر کے اس پر کافر یا پکا جہنمی ہونے کا حکم لگانے کا تعلق ہے تو اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آیا مطلوبہ شروط پوری ہوتی ہیں اور موانع زائل ہوئے ہیں یا نہیں". (مجموع الفتاویٰ: ۱۰-۳۲۹)

لیکن یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کے دفاع میں صحابہ کرام وسلف صالحین کے منہج کو چھوڑ دیتے ہیں. اور دعوت وحجت پہنچا دینے اور جہالت کا موانع تکفیر زائل ہو جانے کے بعد بھی مشرکین کی تکفیر نہ کرنے پر اصرار کرتے ہیں. جبکہ اس میں صحابہ کرام کا منہج بالکل واضح ہے. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان زنادقہ کو جو آپ کے متعلق توحید اور الوہیت کی صفات ثابت کرتے تھے ان تک حجت ودعوت دی لیکن جب انھوں نے دعوت پہنچانے کے بعد بھی اس کو نہ مانا تو آپ نے ان کو قتل کرا دیا.

لیکن مرجیہ اس پر اصرار کریں گے کہ مشرکین کو دعوت سمجھ نہیں آئی اگر ان کو سمجھ آجائے کہ یہ شرک ہے تو وہ بھلا شرک کریں. یعنی ان مرجیہ کی تان اسی پر ٹوٹتی ہے کہ کفر دل سے قصداً تکذیب وانکار کی صورت میں ہوگا(مرجیہ کے اس باطل عقیدے کا رد ہم نے پیچھے کر دیا ہے) جبکہ اوپر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقع سے ثابت ہوتا ہے کہ تکفیر کے موانع میں (معلوم بالضرورہ بنیادی ایمان وتوحید کے معاملات میں) شرط صرف دعوت وحجت کا پہنچانا ہے چاہے وہ حجت انہیں سمجھ آئے یا نہ آئے. حجت پہنچانے کے بعد بھی کسی کو عذر دینا وہ صرف دین کے مخفی معاملات مثلاً اللہ کی صفات کے مسئلہ میں ہے جس میں سلف نے معتزلہ کو عزر دیا. لیکن دین کے واضح اور دو ٹوک ایمان وتوحید کے مسئلہ میں خلاف کرنے والے کو حجت پہنچا دینے کے بعد بالکل عذر نہیں دیا جائے گا جیسا صحابہ کرام نے مانعین زکوۃ کو اور حضرت علی نے مشرکین کو حجت پہنچائی لیکن وہ حجت ان کی سمجھ میں نہیں 'لیکن آپ نے پھر بھی ان کو قتل کیا. یہاں تک کہ وہ مشرکین اپنی نہ سمجھی میں اور پختہ ہوگئے اور یہ کہنے لگے کہ حضرت علی نے ہمیں آگ میں جلایا ہے اور آگ کا عذاب تو اللہ دیتا ہے اس لیے یقیناً آپ میں اللہ کی صفات ہیں.

شیخ ابا بطین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ ان شرکیہ امور کا مرتکب کافر نہیں کہلائے گا توامام ابن تیمیہ نے یہ بات شرک اکبر امور ظاہرہ کے بارے میں نہیں کی بلکہ امور خفیہ کے بارے میں کی ہے. امور خفیہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو اسے کافر نہیں کہا جائے گا. ورنہ شرک اکبر کے مرتکب کے عدم کفر کی بات (اسلاف میں سے) کسی نے نہیں کی. اس لیے کہ اس طرح کی باتوں کے بارے میں ہر خاص وعام بلکہ یہود و نصاریٰ تک کو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی باتیں لے کر آئے تھے اور ان کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے گا یعنی ایک اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ شریک نہ کرنا اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کرنا یہ تو شعائر اسلام میں سب سے زیادہ واضح شعائر ہیں. لہذا ان کی مخالفت کرنے والے کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر حجت قائم نہیں ہوئی اس لیے اسے کافر نہ کہا جائے". (مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیۃ: ۴۵۴-۴)

امور ظاہرہ میں کفر کے مرتکب کی تکفیر کے لیے اس تک قرآن وسنت کے دلائل کا پہنچنا شرط ہے جبکہ امور خفیہ کے مرتکب پر حق کا واضح ہونا شرط ہے یہاں تک کے اس کے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے اس پر حجت قائم کر دی جائے پس جس پر حجت قائم ہو گئی وہ کافر و مرتد ہے.

اللجنۃ الدائمہ دار الافتاء سعودی عرب کا فتویٰ:

"کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ دینی مسائل میں اسے لاعلمی کی بنیاد پر معذور قرار دیا جائے یا نہیں اس کا دار و مدار اس بات پر بھی ہے کہ اسے یہ مسئلہ کماحقہ پہنچا بھی ہے یا نہیں اور اس بات پر بھی کہ یہ مسئلہ کس حد تک واضح ہے اور کس حد تک اس میں غموض اور اخفاء پایا جاتا ہے 'اور اس بات پر بھی کہ کسی شخص میں اس بات کو سمجھنے کی استعداد کس حد تک ہے. اس لیے جو شخص کسی مصیبت یا تکلیف کو دور کرنے کے لیے قبروں میں مدفون افراد سے فریاد کرتا ہے اسے وضاحت سے بتانا چاہیے کہ یہ شرک ہے اور اس پر اس حد تک اتمام حجت ہونا چاہیے کہ

تبلیغ کا فرض ادا ہو جائے اس کے بعد بھی اگر وہ شخص قبر پرستی پر اصرار کرے تو وہ مشرک ہے اس سے دنیا میں غیر مسلموں والا سلوک کیا جائے اور اگر اسی عقیدے پر مر جائے تو آخرت میں سخت عذاب کا مستحق ہے". (اللجنہ دارالافتا سعودیہ: ۱۰-۲)

شبہ:

یہ مرجئہ یہ بھی کہیں گے کہ یہ مشرکین و طواغیت باطل تاویل کا موانع تکفیر اور عذر رکھتے ہیں. اس لیے ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے.

ازالہ:

_ تاویل کا مخفی اور دقیق مسائل میں عذر قبول کیا جائے گا.

_ تاویل معروف واضح ایمان و توحید کے بنیادی عقائد میں قبول نہ کی جائے گی.

مثلا ایمان و توحید کے منافی اآسماعیلیوں 'نصریوں' باطنیوں اور ملاحدہ کی تاویلات.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے دین کے بنیادی مسئلہ زکوۃ میں مانعین زکوۃ کی تاویل قبول نہیں کی' مانعین زکوۃ قرآن مجید کی اس آیت سے تاویل کرتے تھے.

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم. (التوبہ: ۱۰۳)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اموال سے زکوۃ لیجئے اور انہیں پاک کیجئے".

مانعین زکوۃ اس آیت سے یہ باطل تاویل کرتے تھے کہ اس میں حکم صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ وہ لوگوں سے زکوۃ وصول کریں'اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا. صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مانعین زکوۃ کی یہ باطل تاویل قبول نہیں کی اور ان سے لڑائی کی.

امام ابن الوزیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسی طرح اس کے کفر میں بھی کوئی اختلاف نہیں جو تاویل کے نام پر معلوم بالضرورہ امور کا انکار کرتے ہیں". (ایثار الحق علی الخلق: ۱۵)

تاویل کا عذر معلوم من الدین بالضرورہ واضح معاملات میں حجت پہنچادینے کے بعد نہیں دیا جاتا. جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کو حجت پہنچادینے کے بعد ان کو اس باطل تاویل کا عذر نہیں دیا.

اسی طرح یہ چیزیں بھی واضح اور معلوم من الدین بالضرورہ میں سے ہیں کہ اللہ تعالٰی ہی احکام و قانون کو واجب اور قانون سازی کا حق رکھتا ہے. اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا تمام اہلسنہ اور سلف صالحین کے اجماع کے مطابق کفر اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا عمل ہے. اس لیے ان واضح معلوم معاملات میں حجت پہنچادینے کے بعد عذر دینا بالکل جائز نہیں. البتہ دین کے مخفی مسائل مثلاً صفات باری تعالٰی میں تاویل سے انکار کرنے والے کو سلف صالحین نے عذر دیا ہے.

شبہ:

یہ مرجئہ یہ بھی کہیں گے کہ یہ مشرکین و طواغیت موانع تکفیر مجبوری اور اکراہ کا عذر رکھتے ہیں. اور یہ کفار کی قوت کے خوف سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتے ہیں. اس لیے ان کو کافر نہیں کہنا چاہیے.

ازالہ:

جبکہ سلف صالحین کی اس میں تصریح واضح ہے کہ جب کسی کو کفار کے شر اور قید میں ہو اور وہ کفار کے تشدد سے بچنے یا انھیں دھوکا دینے کے لیے صرف زبان سے کفار کی موافقت کرے. تو یہ اکراہ (مجبوری) کا عذر قابل قبول ہے. لیکن کفار کی قوت اور موت کے خوف سے عملاً مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا بالکل جائز نہیں. کہ جس سے مسلمانوں کو حقیقی نقصان ہو.

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَیْسَتِ التَّقِیَّۃِ بِالْعَمَلِ، اِنَّمَا التَّقِیَّۃِ بِاللِّسَانِ" ؟

"(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑ ہی جائے) تو وہ صرف قول و گفتار کی حد تک ہو۔ عمل و کردار سے نہ ہو۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس مسئلہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

"اس بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اگرچہ کسی شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف میدانِ جنگ میں لایا گیا ہو مگر ایسے شخص پر لازم ہے اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے۔ خواہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جائے، بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے۔ یہ بات بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے بالکل جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنی شروع کردے۔ اس بات کو اس دوسری مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے مسلمان آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کردے۔ اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہر گز جائز نہیں ہے کہ وہ اس بے گناہ اور معصوم کو قتل کرڈالے۔ اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی لگاتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کرڈالوں گا

۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ مجبور کیا جانے والا شخص خود قتل ہونا برداشت کر لے۔ مگر بے گناہ مسلمان بھائی کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اپنی جان کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرڈالنا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہر گز جائز نہیں ہے کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کرڈالے۔(مجموع الفتاوی: ۵۴۰-۲۸)

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ اس مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''علماء کا اس موقف پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جس شخص کو مجبور کیا جائے کہ تو فلاں بے گناہ مسلمان کو قتل کردے۔ایسی صورت میں بھی مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہر گز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرڈالے یا اس کی عزت کو پامال کرڈالے یا اس پر جسمانی تشدد کرے یا اس طرح کا کوئی اور کردار ادا کرے۔ بلکہ مجبور کیے جانے والے شخص پر لازم ہے کہ اگر اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے اور اس کو اذیتوں اور ابتلاؤں سے دوچار کیا جاتا ہے تو وہ ان پریشانیوں اور اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا اپنے اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے۔ یہ قطعاً جائز نہیں کہ اپنی جان بچاتے بچاتے وہ کسی دوسرے مسلمان کی جان لے لے۔ ویسے ہر قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی عافیت اور خیریت ہی مانگتے رہنا چاہیے۔''(انتہی)

شبہ:

یہ مرجیہ مشرکین وطواغیت کے دفاع میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں. کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کَفَّرَ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا..(مسند احمد: ۱۴۲-۲)

''جس نے اپنے بھائی کو کافر قرار دیا تو یہ کفر دونوں میں سے ایک شخص پر ضرور پلٹے گا۔''

تو مرجیہ اس دلیل سے تکفیر حق سے بھی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کہتے یہ نہ ہو کہ ہم تکفیر میں غلطی کر جائیں اور کفر ہم میں سے کسی پر پلٹ آئے.

ازالہ:

مرجیہ کی یہ بات بھی غلط ہے کہ (اہلسنت کے منہج و قواعد کی پیروی میں) دلیل وتاویل کے ساتھ کفر کو دفع کرنے کی نیت سے اگر کوئی تکفیر میں غلطی کھا جائے تو کفر اس پر لوٹ جاتا ہے.

سلف صالحین اس حدیث کے ظاہری معنی کو زجر و توبیخ اور تشدید و تغلیظ پر محمول کرتے ہوئے کیونکہ اس باب کی دیگر حدیث میں یہی تشدید مقصود ہونا ظاہر ہے.

مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَمٰی مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ

''جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام لگایا تو وہ اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔''

امام بخاری نے اسی لیے صحیح بخاری میں ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ أَكْفَرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ. (صحیح بخاری قبل الحدیث:۶۱۰۳)

''جس نے بغیر تاویل (یعنی دنیاوی اغراض) کے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ خود ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا۔''

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''امام بخاری نے اس مطلق خبر کو اس بات کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب یہ کہنے والے سے بغیر تاویل کے صادر ہو (جب تاویل کے ساتھ کسی کو کافر کہے گا تو کافر نہیں ہو گا)۔''(فتح الباری: ۶۳۲-۱۰)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان قتل اور زنا جیسے گناہوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، اسی طرح (تاویل کی بناپر) اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہنے کی وجہ سے بھی کافر نہیں ہوتا''(شرح مسلم للنووی: ۶۵-۲)

امام ابن بطال لکھتے ہیں:

''مہلب نے کہا کہ امام بخاری کے اس باب کا مطلب یہ ہے کہ متأول معذور ہوتا ہے، گناہ گار نہیں ہوتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ حاطب نے جب مشرکین کو خط لکھا تو عمر نے انھیں منافق قرار دیا۔ نبی ﷺ نے عمر کو معذور سمجھا جب انھوں نے حاطب کی طرف نفاق کی نسبت کی، حالانکہ نفاق بدترین کفر ہے لیکن آپ نے عمر کو اس وجہ سے کافر قرار نہیں دیا۔''(شرح بخاری لابن بطال: ۳۵۳-۱۷)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مسلمان جب کسی سے قتال کرنے یا کسی کو کافر کہنے میں متأول ہوتا ہے تو اس سے وہ کافر نہیں ہو جاتا جیسا کہ عمر بن خطاب نے حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اِس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے۔''(مجموع الفتاویٰ: ۲۸۳-۳۲)

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو اپنی خواہش کے بغیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے غصہ کرتے ہوئے دینی غیرت و حمیت کی وجہ سے بطور تاویل کافر یا منافق کہہ دے تو اس سے وہ کافر نہیں ہوگا بلکہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا اور اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔'' (زاد المعاد: ۴۲۳-۳)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس واقعے میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو کسی مسلمان کو تاویل کی وجہ سے کافر یا منافق قرار دے جبکہ وہ اہل اجتہاد میں سے ہو، تو اس پر اعتراض نہیں کیا جائے گا۔'' (شرح السنۃ: ۷۵-۱۱)

شبہ:

یہ مرجیہ لوگ شیعہ رافضیوں اسماعیلوں 'امامیوں 'نصریوں' دروزیوں' قادیانیوں' قبر پرستوں' مشرکین اور طواغیت کی مجاہدین کی جانب سے کافر کہنے اور ان سے قتال کرنے پر خوارج قرار دیں گے. حالانکہ یہ زندیق و مشرک گروہ تو اعتقاد میں بھی کفر اور شرکیہ عقائد رکھتے ہیں. اور پھر یہ دعویٰ کریں گے کہ ہم مرجیہ نہیں ہم بھی اہلسنت کی طرح اعتقاد' قول اور عمل میں ایمان و کفر کو مانتے ہیں. جبکہ ان کا عمل یہ ہے کہ یہ مرجیہ کی مانند دین اسلام کی سنت تکفیر حق کا انکار کرتے ہیں.

جبکہ اس دین کی بنیاد ہی تکفیر حق ہے یہ کلمہ "لا" سے شروع ہوتا ہے اور ہر "الہ باطل" کی تکفیر کرتا چلا جاتا ہے اس کے نبی نے ہر پوجے جانے والے بت کی طاغوت کی تکفیر کی، اس کے اول ماننے والوں نے یعنی صحابہ اکرام نے منکرین زکوۃ کی تکفیر کی، اس کے تابعین نے جہمیہ کی زنادقہ کی تکفیر کی، اس کے تبع تابعین نے اسماعیلیوں و باطنیوں کی تکفیر کی، اس کے بقیہ السلف نے کلمہ گو تاتار طواغیت کی تکفیر کی، اس کے علماء نے ہر کفریہ بدعت کے حامل کی

تکفیر کی، اس دین کے ہر فقہ کی ہر کتاب میں 'باب المرتد' باندھا گیا کہ آدمی ایمان سے خارج کیسے ہو جاتا ہے. تکفیر حق اس دین کی بنیاد ہے جو اس کو اس بنیاد سے پھیرتا ہے (اور ماسوا باطل فرقوں کے کوئی اس بنیاد کو نہیں ڈھانا چاہتا) وہ دین اسلام کو اس کی اصل سے پھیرنا چاہتے ہیں اور انکی کوشش یہ ہے کہ وہ دین میں نقب لگا کر داخل ہوں اور مسلم کہلائیں، وہ دین اسلام کو دین عیسوی کی ایک شاخ بنانا چاہتے ہیں جہاں پر صرف چند باتوں پر ایمان ہی سب کچھ ہو، تکفیر حق ایک فرض ہے اللہ کا حکم ہے انبیا کی سنت ہے اور اسلاف کی وارثت ہے.

سلف صالحین کے وہ اقوال پیش خدمت ہیں جن میں انہوں نے رافضہ 'جہمیہ 'مشرکین وطواغیت کی واضح تکفیر کی ہے. جن کو مرجیہ اہل اسلام میں سے ثابت کرتے ہیں اور دولت اسلامیہ کو ان رافضیوں و شیعوں کے خلاف جہاد و قتال کی وجہ سے خوارج قرار دیتے ہیں.

سلف صالحین کا روافض و شیعہ کی تکفیر کرنا:

ارشاد باری تعالی ہے:

محمد رسول الله والذين معه....

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اس آیت سے امام مالک رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنھم سے بغض رکھنے والے روافضہ (شیعہ) کی تکفیر کا استنباط کیا ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام کو غیظ دلاتے ہیں اور جو صحابہ کو غیظ دلائے تو وہ اس آیت کی رو سے کافر ہے۔ علماء کی ایک جماعت اللہ ان سے راضی ہو انہوں نے اس پر امام مالک کی موافقت کی ہے۔" (تفسیر ابن کثیر: ۲۱۹-۴)

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام مالک نے کافی اچھی بات کی ہے اور اس کی تاویل کرنے میں درستگی کو پایا۔ پس جس کسی نے کسی ایک صحابی کی شان گھٹائی یا ان کی روایت میں کوئی طعن کیا تو اس نے اللہ رب العالمین کو ٹھکرادیا اور مسلمانوں کی تمام شریعتوں کو منسوخ کرڈالا ہے۔" (تفسیر القرطبیؒ:۲۹۷-۱۶)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رافضی مسلمان نہیں ہیں.. بلکہ یہ ایک ایسا گروہ ہے جو جھوٹ اور کفر بکنے میں یہود ونصاری کے نقش قدم پر ان کے برابر چل رہا ہے۔"... "قرآن میں جو کچھ ہے، اس پر عمل کرنا واجب ہونے کی مخالفت غلو پسند رافضیوں (شیعوں) کی قوم نے کی ہے اور ایسا کرنے کی وجہ سے وہ ایسے کافر ہیں کہ تمام اہل اسلام کے نزدیک وہ مشرک ہیں۔اس لیے ہمارے مخاطب یہ (رافضی شیعہ) نہیں ہے بلکہ ہمارے مخاطب ہماری ملت والے ہیں (یعنی شیعہ ہم مسلمانوں کی ملت میں سے نہیں ہیں)۔" (کتاب الفصل فی الملل والنحل:۷۸-۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر جہمی، قدری اور رافضی (شیعی) بلانے والا ہو تو اسے نہ سلام کیا جائے اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔" (کتاب السنۃ، للخلال، اثر روایت نمبر: ۷۸۵)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک جہمی اور رافضی (شیعی) کے پیچھے نماز پڑھنے اور یہود ونصاری کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی فرق نہیں ہیں۔ان جہمیوں اور رافضیوں (شیعوں) کو نہ سلام کیا جائے، نہ ان سے ملا جائے، نہ ان سے نکاح کیا جائے، نہ ان کی گواہی قبول کی جائے اور نہ ان کے ہاتھوں سے ذبح شدہ جانوروں کا گوشت کھایا جائے۔" (کتاب خلق افعال العباد، از امام بخاری: صفحہ:۱۲۵)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رافضیوں کی دعوت (منہج) کی اصلیت ہی دین کیخلاف سازش اور اسلام کی مخالفت کرنے پر مبنی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر رافضی (شیعی) خبیث ایک صحابی کی تکفیر کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کا کیا حال ہوگا جو تمام صحابہ کو کافر کہتا ہوں اور چند صحابہ کو کفر سے مستثنی قرار دیتا ہوں۔" (کتاب نثر الجوھر علی حدیث أبي ذر، از امام شوکانی)

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اماموں کو انبیاء سے زیادہ افضل قرار دینے والے غالی رافضیوں (شیعوں) کے قول میں موجود کفر کا ہم سرے سے انکار کرتے ہیں۔"" "اسی طرح ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جس نے قرآن کا انکار کیا یا اس کے ایک حرف کا انکار کیا یا اس میں موجود کسی لفظ کو تبدیل کر ڈالا یا اس میں اضافہ کیا جیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ (شیعوں) نے کیا۔" (کتاب الشفا:۲-۱۰۷۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس کسی (شیعہ) نے یہ زعم رکھا کہ قرآن کی آیات کم ہو گئی ہیں یا چھپالی گئی ہیں...اور جس کسی (شیعہ) نے یہ زعم رکھا کہ سوائے چند صحابہ کے جو کہ دس اور کچھ کی تعداد کو بھی نہیں پہنچتے باقی تمام صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے یا یہ کہ ان کے عام افراد فاسق ہو گئے تھے تو ایسے کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ شخص ان آیات کو جھٹلانے والا ہے جن میں صحابہ کرام کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ نے صحابہ کرام سے اپنی رضامندگی کا اعلان کیا ہے. ایسا کہ کفر میں بھی بھلا کون شک کر سکتا ہے؟ اس کا کفر تو متعین ہے". (الصارم المسلول:٥٧٦)

نصیری اور دروزی فرقے کے رافضی شیعہ جن سے دولت اسلامیہ عراق وشام میں بر سر پیکار ہے' ان کے متعلق امام ابن تیمیہ کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ دروزی اور نصیری تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کفار ہیں اور ان کا ذبیحہ حلال ہے نہ ان کی عورتوں سے نکاح بلکہ ان سے جزیہ تک قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ تو دین اسلام سے ہی مرتد ہیں. نہ یہ مسلمان ہیں اور نہ یہود و نصاریٰ' نہ یہ نماز پنجگانہ کی فرضیت کے قائل ہیں' نہ رمضان کے روزوں اور نہ ہی حج کی فرضیت کے' اللہ اور رسول کے حرام کردہ امور' مردار اور شراب ایسی بے شمار چیزوں کو حرام نہیں ٹھراتے. بے شک یہ اپنے آپ کو کلمہ گو (مسلمان) کہیں مگر یہ عقائد رکھتے ہوئے باتفاق جملہ مسلمانوں کے وہ کفار ہیں. ان لوگوں یعنی دروزیوں کے کافر ہونے کا مسئلہ ایسا ہے جس میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ان کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی انہی کی طرح کافر ہے. نہ تو یہ اہل کتاب کے درجے میں آتے ہیں اور نہ ہی مشرکین کے درجے میں بلکہ یہ (اصلی) کفار اور گمراہ ہیں. ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے ان کی عورتوں کو لونڈیاں اور ان کے مال کو مال غنیمت بنایا جائے گا کہ یہ زندیق اور مرتد ہیں. ان کی (گرفتاری کے بعد) توبہ تک قبول نہیں کی جائے گی بلکہ جہاں بھی قابو میں آئیں قتل کیے جائیں گے. (مجموع الفتاویٰ: ۳۵-۱۶۱/۲۶۱)

جہمیہ کے بارے میں سلف کا موقف:

بشر بن حارث جہمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں.

"ان کو اپنے ساتھ مت بٹھاؤ ان سے کلام نہ کرو' اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت مت کرو اور اگر وہ مر جائیں ان کے جنازے میں مت شریک ہو". (السنۃ لعبد اللہ: ۱-۱۲۶)

سلام بن مطیع کہتے ہیں: کہ جہمیہ کفار ہیں. یزید بن ہارون کہتے ہیں: جہمیہ کفار ہیں.(الرد علی الجہمیہ:۱۱۱)

سلف میں سے امام نافع'وکیع'ابوعبید'احمد بن حنبل اور حمیدی رحمہ اللہ نے ان کو کافر کہا ہے.(فتاویٰ ابن تیمیہ:۷-۱۸۹-۱۲۰)

سلف صالحین کی اتحاد وحلول کے قائلین زندیق صوفیہ کی تکفیر کرنا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(وحدت الوجود کے قائلین)ابن عربی'ابن الفارض'تلمسانی'بلیانی اوراس طرح کے بہت سے لوگوں کا نام لیا جاسکتا ہے. یہ گمراہ اور کافر لوگ ہیں...ایسے لوگوں سے توبہ کرانی چاہیے'کرلیں تو درست ورنہ ان کی گردنیں اڑادینی چاہیں کیونکہ یہ کافر ہیں بلکہ ایسے لوگ یہود ونصاریٰ سے بڑے کافر ہیں...یہ ان غالیوں سے بھی بڑے کافر ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی دیگر اہل بیت کے بارے میں عقیدہ رکھتے تھے کہ وہی اللہ ہیں. یہی وہ زنادقہ ہیں جن کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا کر راکھ کیا تھا".(مجموع الفتاویٰ:۳۹۴-۳۹۱-۳)

نیز امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص(زندیق صوفی) مشائخ میں سے کسی کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افضیلت کا قائل ہو یا یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مستغنی اور بے نیاز ہے'اس سے توبہ کرائی جائے گی ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی'اسی طرح جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اولیاء میں سے کسی کی حیثیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضر علیہ السلام'تو ایسے شخص سے بھی توبہ کرانی چاہیے ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے. محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کے تمام افراد کی طرف مبعوث ہوئے اس لیے

جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی بھی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور اطاعت سے خروج کا مجاز ہے تو ایسے اعتقاد کا حامل شخص کافر ہے اور اس کا قتل واجب ہے". (مجموع الفتاویٰ: ۴۲۲-۳)

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے استاذ امام شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی رحمہ اللہ سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے". (لسان المیزان: ۳۱۹-۶)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابن عربی کی کتاب جس کا نام فصوص الحکم ہے اس میں بہت سی چیزیں جن کا ظاہر کفر صریح ہے."(البدایہ والنہایہ: ۱۶۷-۱۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابن عربی نے وحدت الوجود والوں کے تصوف کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور اس کی تصانیف میں سے سب سے گھٹیا تصنیف الفصوص ہے اگر اس میں کفر نہیں تو دنیا میں کہیں کفر ہے ہی نہیں."(سیر اعلام النبلاء: ۴۸-۲۳)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف گروہ کی گمراہی میں توقف نہ کرو! پھر اگر تم پوچھو: کیا انھیں سلام کہنے میں ابتدا کی جاسکتی ہے؟ میں کہتا ہوں: نہیں اور نہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے بلکہ انہیں وعلیکم کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ یہودیوں اور نصرانیوں سے زیادہ برے ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا حکم ہے... ان لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو جلانا واجب ہے

اور ہر آدمی کو چاہیے کہ ان کی فرقہ پرستی اور نفاق کو لوگوں کے سامنے بیان کرے کیونکہ علماء کا سکوت اور بعض راویوں کا اختلاف اس فتنے اور تمام مصیبت کا سبب بنا ہے۔"(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود:۱۵۶-۱۵۵)

سلف صالحین کا تقلید جامد کے قائلین کی تکفیر کرنا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اور اگر کوئی شخص امام ابو حنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد رحمہم اللہ کا متبع ہو: اور بعض مسائل میں دیکھے کہ دوسرے کا مذہب زیادہ قوی ہے اور اس کی اتباع کر لے تو اس کا یہ کام بہتر ہو گا اور اس سے اس کے دین یا عدالت میں بالاتفاق کوئی عیب نہیں لگے گا، بلکہ یہ شخص زیادہ حق پر اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب ہو گا اس شخص کی بنسبت جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی معین(امام) کے لئے تعصب رکھے۔ مثلاً کوئی امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد یا امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا متعصب ہو اور یہ سمجھے کہ اس معین امام کا قول ہی درست ہے اور اسی کی اتباع کرنی چاہئے نہ کہ اس کے مخالف کسی دوسرے امام کی، "تو جو شخص بھی ایسا کرے وہ جاہل اور گمراہ ہے بلکہ بعض صورتوں میں وہ کافر ہو جاتا ہے" چنانچہ جب وہ یہ اعتقاد رکھے کہ لوگوں پر ان ائمہ (اربعہ) میں سے کسی ایک معین امام ہی کی اتباع کرنی ہے اور دوسرے کسی امام کی نہیں، تو ایسی صورت میں واجب ہو گا کہ اس شخص سے توبہ کرائی جائے، پھر اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا. (مجموع الفتاوی:۲۲_۲٤۹)

ملا معین حنفی نقل کرتے ہیں کہ امام ابن عز حنفی رحمہ اللہ نے ہدایہ کے حاشیے پر فرمایا:

"جو شخص رسول اللہ کے سوا کسی اور خاص ایک شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ اسی کی (ہر) بات صحیح اور واجب الاتباع ہے پس وہ گمراہ اور جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائے پس اگر توبہ کر لے تو

بہتر ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ لوگوں پر ایک خاص شخص کی متابعت واجب ہے تو اسے بمنزلہ نبی ہی ٹھہرایا اور یہ کفر ہے۔"(دراسات اللبیب لاہور: ۱۲۵)

کمال بن ھمام حنفی(صاحب ہدایہ وشارح فتح القدیر) فقہ کے اصولوں کے موضوع پر اپنی تالیف التحریر میں رقمطراز ہیں:

"کسی معین مذہب کی پابندی لازم نہیں ہے یہی قول صحیح ہے کیوں کہ اس کے لازم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ۔واجب صرف وہی چیز ہوتی ہے جسے للہ اور رسول صلی للہ علیہ وسلم واجب کریں اور معلوم ہے کہ للہ تعالیٰ نے اور نہ ہی رسول للہ صلی للہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سے کسی پر ائمہ میں سے کسی امام کا مذہب اس طرح اختیار کرنا واجب نہیں کیا کہ دوسرے ائمہ کو چھوڑ کر دین کے ہر معاملہ میں بس اسی کی تقلید کرے۔خیر ون القرون کا پورا دور گزر گیا اور اس دور میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ ایک معین مذہب اختیار کرنا ضروری ہے۔"(التحریر از ابن ہمام)

سلف صالحین کا قبر پرست مشرکین کی تکفیر کرنا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کسی بشر کے بارے میں جو شخص الہٰ ہونے کا اعتقاد رکھے' یا کسی مردے سے دعا کرے یا اس سے رزق 'مدد یا ہدایت کا طلب گار ہو'اس پر توکل کرے تو ایسے شخص سے توبہ کرائی جائی گی کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی".(مجموع الفتاویٰ:۳-۴۲۲)

نیز امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں سے منت ماننا اللہ سے مرادیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے' یا اس سے مصائب دور ہوتے ہیں' رزق کھلتا ہے' جان ومال وملک کی حفاظت ہوتی ہے تو وہ مشرک بلکہ کافر ہے". (اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت: ۸۱)

اللجنہ الدائمہ دارالافتاء سعودی عرب کا قبر پرستوں کے متعلق فتویٰ:

"فوت شدہ افراد مثلاً عبدالقادر جیلانی' احمد تیجانی' وغیرہ کو پکارنا اور ان سے کسی نفع کے حصول یا نقصان سے بچنے کے لیے یا مصیبت ٹالنے کے لیے فریاد کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی ہے اور کفر بھی' وہ اہل جاہلیت جن کو نبی رحمت نے توحید کی دعوت دی تھی اور جن سے اپنے شرک پر اڑے رہنے والوں سے جنگ کی تھی ان کا شرک و کفر بھی اسی قسم کا تھا. (اللجنہ دارالافتا سعودیہ: ۲۸۸-۲)

سلفی عالم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص نماز پڑھے' روزے رکھے اور ارکان اسلام پر عمل کرے مگر اس کے ساتھ وہ مردوں' غیر حاضر بزرگوں اور فرشتوں وغیرہ کو مدد کے لیے پکارے وہ مشرک ہے اور اگر وہ نصیحت قبول نہ کرے اور مرتے دم تک اس عقیدے پر رہے تو اس کی موت شرک پر ہے. اس کا شرک شرک اکبر ہے جو اسلام سے ہی خارج کر دیتا ہے. اسے نہ تو مرنے کے بعد غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا' اور نہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے گی اور نہ ہی اس کی اولاد' والدین اور بھائی اگر موحدین ہوں اس کے وارث ہوں گے".

(الجنہ دارالافتا سعودیہ: ۲۷۹)

سلف عالم دین الشیخ ناصر بن عبدالکریم العقل فرماتے ہیں:

"ان گمراہ فرقوں میں سے بعض ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کے سبب ان بہتر گروہوں سے بھی خارج ہوتے ہیں جیسے غالی جہمیہ 'غالی رافضہ 'باطنیہ 'خالص فلاسفہ 'اہل حلول واتحاد 'وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے اور اہل بدعت میں سے وہ مشرکین جو شرک اکبر میں واقع ہوئے ہیں". (دراسات فی الاھواء والفرق والبدع وموقف السلف منھا: ۹۰)

پچھلے باب میں غیر اسلامی قوانین کو حکم اور قانون بنانے والے طواغیت کی تکفیر کے متعلق سلف صالحین کے اقوال گزر چکے ہیں.

مرجیہ شرک وکفر کو شرک وکفر قرار دیتے ہیں لیکن شرک وکفر کرنے والے کو معین طور پر کافر قرار نہیں دیتے لیکن اوپر مذکورہ اقوال سلف سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالحین کفر کرنے والوں کو معین طور پر کافر قرار دیتے تھے.

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن الخضیری نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ شہر بخارا کے فقہا ابن سینا کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ کافر تھا مگر بلا کا ذہین تھا. اس پر محمد بن عبدالوہاب یہ اضافہ کرتے ہیں کہ بخارا کے تمام فقہا نے متعین طور پر ابن سینا کی تکفیر کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے دین میں متعین طور پر تکفیر کرنا روا ہے."

(مفید المستفید)

اہلسنت کے اجماع کے مطابق کفر اکبر میں واقع ہونے والے ہر شخص اور گروہ کی موانع تکفیر زائل کرنے کے بعد معین طور پر تکفیر کرنا اور اسے کافر کہنا ضروری ہے. اور اس پر سلف وخلف تمام اہلسنت کا اجماع ہے.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تاہم جہاں تک کسی شخص کو متعین یااس کی نشاندھی کرکے اس پر کافر یاپکا جہنمی ہونے کا حکم لگانے کا تعلق ہے تواس کا انحصاراس بات پر ہے کہ آیامطلوبہ شروط پوری ہوتی ہیں اور موانع زائل ہوئے ہیں یانہیں". (مجموع الفتاویٰ: ۱۰-۳۲۹)

باب: دوم

اہلحدیث وسلفیوں میں اہل بدعت سے مداہنت کا رویہ

دین اسلام میں الولاءوالبراء(دوستی ودشمنی)ایک نہایت اہم مسئلہ ہے'اس پر عمل کرنااوراس کے مطابق لوگوں سے تعامل کرناہر صاحب ایمان پر واجب ہے'اہل ایمان وتوحید سے موالات ودوستی فرض ہے'اوراہل کفروشرک سے برأت ودشمنی فرض ہے'اوراہل بدعت سے ان کی غالب حالت ونوعیت کے مطابق برأت ولاتعلقی فرض ہے.اور شرک وبدعت کے علاوہ خودساختہ امتیازات مثلاًقبیلہ'قوم'رنگ'نسل'جماعات پراہل ایمان سے برأت ودشمنی حرام ہے.اہل ایمان الولاءوالبراء کامعیار قرآن وسنت اوراس کی پیروی کوقرار دیتے ہیں.

کچھ لوگ دین کی مصلحت کی بنیادپراہل بدعت سے تعامل وموالات کرناجائز سمجھتے ہیں. ایسے بدعتی سے جوغالی نہ ہواس سے تعامل صرف اسی صورت میں جائز ہے جب اسلام کے دفاع کی نوعیت سے بدعت سے بڑے کفر کے شر کودفع کرنامقصود ہو.اوراہل بدعت کوساتھ ملائے بغیر کچھ چارہ نہ ہو.تواس صورت میں ان سے کراہت ونفرت رکھتے ہوئے دین کی مصلحت کی بناپروقتی تعامل کاجائزہونابعض علماء کی رائے ہے. لیکن اس مصلحت کے نام پراہل بدعت سے مستقل دلی محبت ودوستی اوراتحاد کارشتہ قائم کرلینااسلام کے عقیدہ الولاءوالبراءکے خلاف ہے.اس خطے خراسان میں بعض سلفی جہادی تحریکیں(مثلاًالقاعدہ وغیرہ) اہل بدعت سے برأت کرنے کے سلف صالحین کے منہج کی پیروی سے دوررہی ہیں.اوران کی طرف سے اس خطے کے اہل بدعت(دیوبندیوں) کی بدعات مثلاجہمیہ واشاعرہ وماتریدیاکی بدعات'صوفیت کی بدعات'اور تقلید جامد وغیرہ کی اصلاح کرنے اوراس پررسمی طورپرردکرنے کاکوئی ثبوت وگواہی نہیں ملتی.یہ شرف وسعادت اللہ تعالیٰ نے دولت اسلامیہ کوعطاکی کہ انہوں سلف صالحین کے منہج الولاءوالبراءکی پیروی میں ان اہل بدعات کی بدعات پرردکیااوران کواہلسنت کے خالص عقیدے کی طرف بلایا.

دولت اسلامیہ کا بدعات پر مداہنت و مصلحت کو ترک کرنا اور اہلسنت کے خالص عقیدے کو بدعات سے پاک کرنے کے اس عمل سے ان شاءاللہ اس خطے میں ایک خالص اہلسنہ کی تحریک جڑیں پکڑے گی.اور یہ تحریک ان شاءاللہ بدعات سے پاک اپنے خالص عقیدے کی وجہ سے پھلے پھولے گی اور اس کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال ہوگی. طائفہ منصورہ کا یہ گروہ چاہے کم ہو اور اس کے خالص عقیدے کی وجہ سے چاہے اہل ہواء و بدعت لوگ اس کی نصرت کی بجائے اس سے مزید دشمنی پر اتر آئیں. لیکن یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کی دشمنی اور مخالفت اس طائفہ منصورہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی. اور اللہ کا امر پورا ہو کر رہے گا.اور اہل شرک و بدعت پر اللہ تعالیٰ انہیں ضرور فتح و غلبہ عطا فرمائے گا.

جہاد کی مصلحت و اتحاد کے نام پر دین سے سمجھوتہ کر لینا' بدعت کو رد کرنے اور سنت کو بیان کرنے سے چشم پوشی اختیار کر لینا سلف صالحین کے منہج اور عقیدے کے صریحاً خلاف ہے.ایسا عمل کسی صورت میں بھی درست نہیں' اس لیے اس طائفہ منصورہ کے ہر سپاہی کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہاں کے مروجہ مسالک میں پائی جانے والے ہر غیر اسلامی عقیدے اور بدعت کو بہترین انداز میں رد کرے. یہاں اہلسنہ سے قریب مسلک یعنی اہلحدیث میں مرجیہ کی بدعت کی اصلاح کریں اور احناف دیوبندیوں میں پائی جانے والی مرجیہ' اشاعرہ وماتریدیہ' صوفیت' تقلید جامد وغیرہ کی بدعات کی اصلاح کریں.

دولت اسلامیہ نے بھی رسمی طور پر (اپنے آفیشل رسالے دابق میں) میں دیوبندیوں میں پائی جانے والی بدعات (اشعریت وماتریدیت' صوفیت' تقلید جامد وغیرہ) پر رد کیا ہے۔

□ ہم نے بھی دیوبندیوں میں پائے جانے والے بدعتی عقائد کے رد میں 'رسالۃ الی دیوبند' کے نام سے مضمون تحریر کیا ہے.اس مضمون کو مندرجہ ذیل لنک سے ڈاؤن لوڈ کریں.https://archive.org/details/Pdf4667-543□

یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ غیر غالی بدعت غیر مکفرہ کا مرتکب دین سے خارج نہیں ہوتا بلکہ وہ فرقہ ناجیہ اہلسنت سے مخالف ان بدعتی ۷۲ فرقوں میں شامل ہوتا ہے کہ جن سے کی ضلالت و گمراہی اور جہنم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید سنائی ہے.

اب ہم سلف صالحین کے اہل بدعت سے برأت کے منہج کو بیان کرتے ہیں.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک سنت کے اصول یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مسلک کے ساتھ تمسک رکھا جائے ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے اور بدعات کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے'خواہش پرست اور بدعتی لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا جائے". (شرح اصول اعتقاد السنۃ: ۱۵۶-۱)

بدعت دین وایمان پر تمام کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر بد اثرات رکھتی ہے اور یہ دل میں سخت کجی و ظلمت پیدا کرتی ہیں. اور اہل بدعت کے نزدیک اہلسنت سے دلی نفرت و کدورت کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ کے دین اور منہج و شریعت کو (بدعات سے) پاک کرنا اور اس پر یہ لوگ جس ظلم وعدوان کے مرتکب ہوتے ہیں اس کا رد کرنا فرض کفایہ ہے. اور اگر اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے پھیلائے ہوئے ضرر اور شر کو رد کرنے کے لیے علمائے حقہ کو کھڑا نہ کرتا تو آج دین برباد ہو چکا ہوتا' اور دین کا فساد اہل حرب جیسے دشمن کے غلبے کے فساد سے کہیں بڑا ہوتا کیونکہ یہ اہل حرب لوگ اگر غلبہ حاصل کر لیں تو دلوں میں فساد پیدا نہیں کریں گے' الا یہ کہ شکست کے نتیجے میں بعد میں ایسا ہو' لیکن اہل بدعت کے فساد کی بنیاد اور ابتداء دلوں سے ہوتی ہے". (مجموع الفتاویٰ: ۲۳۱-۲۸)

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب دجال نکلے گا تو میرا یقین ہے کہ بدعتی لوگ اسکی پیروی کریں گئیں"۔(شرح اصول الاعتقاد)

اہلسنت نے اہل بدعت کے ساتھ نہایت نرم رویہ 'محبت 'عزت 'تکریم اور میل جول رکھنے سے منع فرمایاہے.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الاسلام.(الشريعة للآجری:۲۰۴۰)

"جس نے کسی بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی".

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا فلاں آدمی آپ کو سلام کہتاہے تو انہوں نے فرمایا مجھے پتا چلا ہے کہ وہ بدعتی ہو گیاہے پس اگر وہ بدعتی ہو گیاہے تو اسے میرا سلام نہ کہنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے میری امت یا اس امت میں خسف(زمین میں دھنس جانا)یا مسخ(شکلوں کا مسخ ہونا)یا قذف(پتھروں کا برسنا)ہوگا یہ سب باتیں(اہل بدعت)قدریہ کے بارے میں ہوں گی.(ترمذی:۲۱۵۲'ابن ماجہ:۴۰۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

هوالذی انزل عليك الكتب منه آيت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت فاماالذين فی قلوبهم زيغ فيتبعون ماتشابه منه ابتغاءالفتنة وابتغاءتاويله ومايعلم تاويله الاالله والرسخون فی العلم يقولون امنابه كل من عند ربنا وماينكر الااولوالباب.(آل عمران:۷)

"وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور یہی کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات ہیں اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ انگیزی کی خاطر متشابہات کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں اور انہیں حسب منشا معنی پہناتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان متشابہات پر ایمان لاتے ہیں' ساری آیات ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور سبق تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں."

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم ان لوگوں (اہل بدعت) کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے پس ان سے بچو". (صحیح بخاری: ۴۵۴۷)

ارشاد باری تعالٰی ہے:

واذا رائت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض عنهم حتی یخوضو فی حدیث غیرہ و اماینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین. (الانعام: ٦٨)

"جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو ان سے اعراض کیجئے تا آنکہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو".

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ آیت مبارکہ ہر اس شخص پر رد کرتی ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ دین کے ائمہ اور ان کے متبعین کو فاسقوں کے ساتھ ملنا چاہیے' اس آیت کے ضمن میں محمد بن علی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل بدعت کے ساتھ مت بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں". (تفسیر قرطبیؒ: ۱۲-۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب: "اثم من آوٰی محدثا" بدعتی کی پذیرائی کا گناہ" قائم کیا ہے.

اس میں آپ نے بدعتی پر اللہ 'فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کی حدیث اور دیگر احادیث ذکر کی ہے.

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے (اہل بدعت کی بجائے) صرف انہی شیوخ سے احادیث لیں ہیں جو ایمان میں کمی و بیشی کے قائل تھے اور اعمال کو جزو ایمان خیال کرتے تھے 'جیساکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا موقف تھا". (مقدمہ فتح الباری: ٦٧٠)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بزرگان سلف اور ائمہ کے ان اقوال کی بھی یہی حقیقت و مطلب ہے کہ داعیان بدعت کی شہادت قابل قبول نہیں 'ان کے پیچھے نہ نماز پڑھنی چاہیے 'نہ ان سے علم لینا چاہیے اور نہ بیاہ شادی کرنی چاہیے کیونکہ یہ ان کی سزا ہے تاآنکہ وہ اس سے باز آجائیں". (مجموع الفتاویٰ: ٢٠٣-٢٨)

نیز فرماتے ہیں:

"خلاف کتاب و سنت عقائد یا عبادات کے حاملین ائمہ بدعات کے متعلق یہی ہے کہ ان کے بارے میں لوگوں کو آگاہ اور خبر دار کرنا واجب ہے اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے حتی کہ جب امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی نماز 'روزہ اور اعتکاف بکثرت کرتا ہے 'دوسرا اہل بدعت کارد کرتا ہے 'آپ کے نزدیک کون سا بہتر ہے 'تو کہنے لگے 'اگر کوئی شخص نماز 'روزہ اور اعتکاف کرتا ہے تو وہ اس کے اپنے لئے ہے اور اگر اہل بدعات کارد کرتا ہے تو یہ مسلمانوں کے لئے ہے اور یہی افضل ہے". (مجموع الفتاویٰ: ٢٣١-٢٨)

البتہ دین کے فروعی مسائل میں اخلاص کے ساتھ اجتہاد کرتے ہوئے سنت طریقے میں اختلاف ہو جانے سے وہ شخص گناہ گار نہیں ہوتااور نہ ہی اس سے دشمنی و کراہت رکھنا جائز ہے. اور نہ ہی اس فروعی اختلاف پر امت میں دشمنی پیدا کی جائے گی. جیسا کہ سلف صالحین وائمہ کرام میں ان مسائل میں اختلاف ہو جانے کے باوجود ایک دوسرے سے حسن ظن و محبت رکھنے کا طرز عمل سے ظاہر ہے. لیکن اس سے ہمارا یہ بھی مقصود نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اختلافی مسائل میں مخالف پر بالکل رد نہیں کرنا چاہیے. جو جیسا کرتا ہے اسے ویسے کرنے دو' یہ بھی سنت ہے اور وہ بھی سنت ہے. یہ طرز عمل قرآن و سنت اور فہم سلف کے مخالف ہے.

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے دوران چار رکعتیں پڑھائیں تو سیدنا عبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بارے میں (سنت ہونے میں) اختلاف تو کیا مگر ان کے پیچھے خود چار رکعتیں ہی پڑھیں. جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعتیں پڑھائیں تو سیدنا عبداللہ بن مسعود نے افضل عمل چھوڑنے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اناللہ وانا الیہ رجعون پڑھا".

"ان سے کہا گیا کہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض تو کرتے ہیں مگر کیا وجہ ہے ان کے ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھتے ہیں. تو انھوں نے فرمایا. 'الخلاف شر' اختلاف برا ہے". صحیح مسلم ۲۴۳-۱' ابوداؤد: ۱۹۶۱)

باب: سوم

دولت اسلامیہ کا عقیدہ و منہج

یہ عقیدہ و منہج دولت اسلامیہ کے سابق امیر شیخ ابو عمر البغدادی رحمہ اللہ نے بیان کیا تھا. اس عقیدہ و منہج سے آپ جان سکتے ہیں کہ دولت اسلامیہ کا عقیدہ خالص اہلسنت والجماعت اور سلف صالحین کا ہے. اور مسئلہ تکفیر میں بھی وہ خوارج کی بجائے اہلسنت کے منہج اور اصول وضوابط کی پیروی کرتے ہیں.

دولت اسلامیہ کا عقیدہ:

*ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے اور اُس سے مدد طلب کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں:

☆ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بلند و برتر اور عظیم ہے۔اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ توحید کا کلمہ جس چیز کو ثابت کرتا ہے، ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اُس کا اثبات کرتے ہیں۔ ہم اُس کے ساتھ شرک کی نفی کرتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہی دین کی ابتدا اور انتہا ہے اور یہی دین کا ظاہر اور باطن ہے۔ جس نے اس کلمے کا اقرار کیا، اس کی شرائط کی پابندی کی اور اس کا حق ادا کیا، وہی مسلمان ہے۔ جس نے اس کی شروط کی بجاآوری نہیں کی، یا اس کے نواقض (اسلام کو ڈھانے والے اُمور) میں سے کسی ایک بھی ناقض کا ارتکاب کیا، وہ کافر ہے، خواہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا رہے۔

☆ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور مدبر ہے۔ اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے۔ اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔

{لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ‌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ}

''نہیں ہے اس جیسی کوئی چیز۔اور وہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الشوری: 11)

☆ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسماءاور اُس کی صفات کے معاملے میں کج روی اختیار نہیں کرتے۔ ہم ان کو اس کے لیے بالکل اسی طرح ثابت مانتے ہیں جیسا کہ وہ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں مذکور ہیں، بغیر تکییف (کیفیت بیان کرنے)، تمثیل (مخلوق جیسی مثالیں دینے)، تاویل (ظاہری معنی کو چھوڑ کر خود ساختہ معنی مراد لینے) اور تعطیل (انکار کرنے) کے۔

☆ہم ایمان لاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس وجن سب کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ جس چیز کا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے، اُس کی اتباع واجب اور اُس کی تعمیل ضروری ہے۔اور جن چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے، اُن کی تصدیق کرنا اور اُن کے آگے سر تسلیم خم کرنا لازم ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان پر کاربند ہیں:

{فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا}

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔'' (النساء: 65)

☆ہم اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جو حکم دیتا ہے، وہ اُس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے، اُس کو بجالاتے ہیں۔ اُن کی محبت ایمان کا حصہ ہے اور اُن سے بغض کفر میں شامل ہے۔

☆ہم ایمان لاتے ہیں کہ قرآن مجید اپنے حروف و معانی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، مخلوق نہیں۔اس کی تعظیم واجب ہے۔اس کی اتباع لازم ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا فرض ہے۔

☆ہم اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ان میں سب سے پہلے سیدنا آدم ہیں اور سب سے آخری محمد ﷺ ہیں۔انبیائے کرام باہم محبت کرنے والے بھائی ہیں جن کو رب العالمین کی توحید پہنچانے کے لیے مبعوث کیا گیا۔

« ہم ایمان لاتے ہیں کہ سنت وحی کی دوسری قسم ہے جو قرآن کی وضاحت اور اس کی تفسیر کرتی ہے۔جو سنت صحیح اور ثابت ہے، ہم کسی بھی شخص کے قول کی وجہ سے اس سے اعراض نہیں کرتے۔ہم چھوٹی بڑی ہر قسم کی بدعات سے اجتناب کرتے ہیں۔

*** ہمارے نبی ﷺ کی محبت ایک فریضہ اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔آپ سے بغض رکھنا کفر و نفاق ہے۔ہم اپنے نبی ﷺ کی محبت کی بنیاد پر آپ کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، اُن کی عزت و توقیر کرتے ہیں اور ان کے معاملے میں افراط و تفریط سے کام نہیں لیتے۔

** ہم تمام صحابہ کرام سے راضی ہیں۔وہ سب کے سب عادل ہیں۔ہم اُن کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں کہتے۔اُن کی محبت ہمارے لیے واجب ہے اور اُن سے بغض ہمارے ہاں نفاق ہے۔ہم اُن کے آپس کے اختلافات کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔وہ سب اس معاملے میں متاوّل تھے اور بہترین لوگ تھے۔

** ہم تقدیر پر ایمان لاتے ہیں۔اُس میں موجود خیر و شر سب اللہ کی طرف سے ہے۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عام مشیت اور مطلق ارادہ (کتاب و سنت سے ثابت) ہے۔جو اللہ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا، وہ نہیں

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے اور اُس کے حکم کے بعد ہی بندوں کو اپنے افعال میں اختیار حاصل ہے۔ اللہ سبحانہ کی قضاو قدر اُس کی رحمت، فضل اور عدل سے خارج نہیں۔

** ہم ایمان لاتے ہیں کہ قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں بر حق ہیں، اگر اللہ نے چاہا تو وہ اس کے مستحق کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔ منکر و نکیر کے مسئلے پر رسول اللہ ﷺ کی ذکر کردہ احادیث سے جو کچھ ثابت ہے، ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، جیسا کہ اس کے متعلق درج ذیل فرمانِ الٰہی بھی ہے:

{يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللهُ الظَّالِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ}

"اللہ ایمان والوں کو قولِ ثابت (کلمہ توحید) سے دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (ابراہیم: 27)

« ہم موت کے بعد زندہ ہونے پر، یوم آخرت پر، اعمال اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے پر، روزِ حساب اور میزان پر، حوض کوثر اور پل صراط پر اور جنت و جہنم کے بر حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

« ہم قیامت کی نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں جو نبی ﷺ کی صحیح احادیث میں مذکور ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا ہے، اس وقت سے لے کر روزِ قیامت تک سب سے عظیم فتنہ مسیح دجال کا فتنہ ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ عیسیٰ عدل و انصاف قائم کرنے والے بن کر نازل ہوں گے۔ ہم نبوی طریقے کے مطابق خلافت راشدہ کی واپسی پر ایمان لاتے ہیں۔

« ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل توحید کو شافعین کی سفارش پر آگ سے خلاصی دے گا۔ یہ شفاعت حق ہے اُس کے لیے جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند کرے۔

« ہم اپنے نبی ﷺ کی شفاعت پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہ روزِ قیامت اُنھی کو مقامِ محمود عطا ہو گا۔

« ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے۔ ایمان دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور اعضاء وجوارح سے عمل کو کہتے ہیں۔ یہ تینوں چیزیں لازم وملزوم ہیں اور ان میں سے ایک دوسری سے کفایت نہیں کرتی۔

دل کا اعتقاد: اُس کا قول اور عمل ہے۔ دل کے قول سے مراد یہ ہے: اُس کی معرفت یا اُس کا علم اور اُس کی تصدیق۔ دل کے اعمال میں سے یہ چیزیں ہیں: محبت، خوف اور اُمید۔۔۔۔۔ الخ

« ایمان اطاعت و فرمانبرداری سے بڑھتا ہے اور گناہ ونافرمانی سے گھٹتا ہے۔ اس کی مختلف شاخیں ہیں جیسا کہ صادق ومصدوق ﷺ نے بتایا ہے۔ ان میں سب سے اعلیٰ شاخ ''لاالٰہ الااللہ'' اور سب سے ادنی شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔ ایمان کی بعض شاخیں وہ ہیں جو اصل (بنیاد) ہیں جن کے زائل ہونے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے، جیسے توحید (لاإلٰہ إلااللہ محمد رسول اللہ)، نماز اور اس طرح کے دیگر امور کی شاخیں جن کے متعلق شارع نے صراحت کی ہے کہ ان کو ترک کرنے سے ایمان کی اصل زائل ہو جاتی ہے اور ایمان جاتا رہتا ہے۔

ان میں سے کچھ چیزیں ایمان کے واجبات میں سے ہیں۔ ان کے زائل ہونے سے واجبی ایمان گھٹ جاتا ہے، مثال کے طور پر زنا، شراب نوشی، چوری وغیرہ۔

« ہم موحدین میں سے کسی بھی شخص کی اور جو مسلمانوں کے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے، اس کی گناہوں (جیسے زنا، شراب نوشی اور چوری) کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، جب تک کہ وہ اُسے حلال نہ سمجھے۔

ایمان کے معاملے میں ہمارا قول غالی خوارج اور تفریط کا شکار اہلِ ارجاء کے بین بین ہے۔

« کفر، اکبر اور اصغر ہوتا ہے۔ اس کا حکم اس کا ارتکاب کرنے والے پر اعتقادی یا قولی یا فعلی طور پر لاگو ہوتا ہے لیکن اُن میں سے ایک معین شخص کی تکفیر اور اُس کے ہمیشہ آگ میں رہنے کا حکم تکفیر کی شروط کے ثابت ہونے اور موانع

تکفیر کی عدم موجودگی پر موقوف ہے۔ ہم وعدہ، وعید، تکفیر اور تفسیق کے متعلق وارد نصوص کو مطلق ہی رکھتے ہیں اور کسی معین فرد کے اس عموم میں داخل ہونے کا حکم نہیں لگاتے یہاں تک کہ اس کے اندر کوئی ایسی چیز پائی جائے جو تکفیرِ معین کا تقاضا کرتی ہو اور جس کا معارض بھی کوئی نہ ہو۔ ہم محض گمان اور کسی بات کے انجام اور نتیجہ خیزی کی بنا پر کسی کو کافر قرار نہیں دیتے۔

« ہم اُس کی تکفیر کرتے ہیں جس کی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے تکفیر کی ہے۔ جس نے بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کیا، خواہ اُس کے پاس دلیل پہنچی یا نہیں، وہ کافر ہے، البتہ آخرت کے عذاب کا وہی مستحق ہو گا جس تک دلیل پہنچ گئی ہو گی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

{وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا} (الإسراء: 15)

"اور ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک کوئی پیغمبر نہ بھیج لیں۔" (بنی اسرائیل: 15)

« جو شہادتین کا اقرار کرے، ہمارے سامنے اسلام ظاہر کرے اور نواقضِ اسلام میں سے کسی بھی ناقض کا ارتکاب نہ کرے، ہم اُس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کرتے ہیں اور اس کا باطن اللہ کے سپرد کرتے ہیں، اس لیے کہ جب کوئی ہمارے سامنے شعائر دین کا اظہار کرتا ہے تو اُس پر اُسی کے احکامات لاگو ہوتے ہیں۔ پس لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی پوشیدہ باتوں کا نگہبان ہے۔

« رافضی گروہ ہمارے ہاں مشرک اور مرتد ہے۔

« ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جب کسی ملک پر کفریہ قوانین چھا جائیں اور وہاں اسلامی احکام کے بجائے کفریہ احکام کا غلبہ ہو تو وہ دار الکفر ہے۔ اسلامی حکومت کے نہ ہونے، مرتدین کے غالب آجانے اور ان کے اسلامی مملکت کی باگ

ڈوریں سنبھالنے کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کی تکفیر لازم نہیں آتی۔ ہم غالی افراد کی طرح یہ نہیں کہتے: (الأصل فی الناس الکفرُ مطلقاً)'' اصل یہ ہے کہ تمام لوگ مطلق طور پر کافر ہیں۔''

بلکہ سب کے سب لوگ اپنی اپنی حالت کے مطابق شمار ہونگے۔ اُن میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی۔

« ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ سیکولرازم اپنے مختلف جھنڈوں اور مذاہب، جیساکہ قومیت، وطنیت، کمیونسٹ اور بعثیت سمیت واضح اور کھلم کھلا کفر ہے جو اسلام کے منافی اور ملت سے خارج کر دینے والا ہے۔

دولت اسلامیہ کا منہج:

« ہمارے ہاں استدلال کے اصول؛ کتاب وسنت (قرآن وحدیث) اور بہترین ابتدائی تین صدیوں کے سلف صالح کا فہم (اجماع) ہے۔

« ہم ہر نیک، فاجر اور مسلمانوں میں سے جو مستور الحال ہو، اُس کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتے ہیں۔

« جہاد امام (حاکم) کی موجودگی، عدم موجودگی اور اُس کے ظلم وانصاف کے باوجود تاقیامت جاری رہے گا۔ اگر امام موجود نہ ہو تب بھی جہاد مؤخر نہیں ہوتا کیونکہ جہاد کی مصلحت اس کی تاخیر کے باعث فوت ہو جاتی ہے۔ اگر مالِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اسے شریعت کے مطابق تقسیم کریں گے۔

ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرے، اگرچہ وہ تنہا رہ جائے۔

« مسلمانوں کا خون، اُن کی عزت وآبرو اور اُن کے اموال ہمارے نزدیک حرام ہیں۔ ان میں سے صرف وہی جائز ومباح ہے جسے شریعت نے جائز قرار دیا ہو اور جس کا خون رسول اللہ ﷺ نے رائیگاں ٹھہرایا ہو۔

« اگر حملہ آور کافر مسلمانوں کی حرمات و مقدسات پر چڑھائی کر دے تو اس وقت جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔اس کے لیے کسی شرط کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر ممکن حد تک اس دشمن کو دور کرنا ضروری ہے، پس حملہ آور دشمن جو دین و دنیا کو تباہ و برباد کر دے، ایمان کے بعد اس کو مار بھگانے سے زیادہ کوئی چیز واجب نہیں۔

« ارتداد کا کفر بالاجماع کفر اصلی سے زیادہ سخت ہے، اس لیے مرتدین سے قتال ہمارے نزدیک اصلی کافر کے قتال سے اولیٰ اور زیادہ ضروری ہے۔

« منصب امامت (حکمرانی) کسی کافر کے لیے منعقد (وقوع پذیر) نہیں ہوتا اور جب امام کفر کا مرتکب ہو تو وہ اقتدار کے حکم سے خارج ہو جاتا ہے اور اُس کی اطاعت ساقط ہو جاتی ہے۔اس صورت میں مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور اُسے معزول کر دیں۔ نیز اگر ان کے بس میں ہو تو اُس کی جگہ عادل امام کو منصبِ امامت پر فائز کریں۔

« دین کے قیام کا ذریعہ قرآن ہے جو سیدھی راہ دکھاتا ہے اور تلوار ہے جو مدد فراہم کرتی ہے، پس ہمارا جہاد سیف وسنان (تلوار و نیزے) اور حجت و بیان کے ساتھ ہوتا ہے۔

« جس نے اسلام کے سوا کسی اور چیز کی دعوت دی، یا ہمارے دین میں طعن و تشنیع کی، یا ہم پر تلوار اٹھائی تو وہ ہم سے جنگ کرنے والا (محارب) ہے۔

« ہم فرقہ بندی اور باہمی اختلاف کو یکسر مسترد کرتے ہیں اور اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں۔

« ہم اجتہادی مسائل میں کسی بھی مسلمان کو نہ تو گناہ گار قرار دیتے ہیں اور نہ اس سے قطع تعلقی کرتے ہیں۔

« ہم امت بالخصوص مجاہدین کے ایک پرچم تلے جمع ہونے کو واجب سمجھتے ہیں۔

» مسلمان ایک اُمت ہیں۔ ان میں سے کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ مسلمانوں کے خون آپس میں برابر ہیں۔ ان کا ادنیٰ آدمی بھی معاہدے کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے اور کسی کو امان دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جو نام رکھے ہیں، ہم ان سے انحراف نہیں کرتے۔

» ہم اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دوستی کرتے اور اُن کی نصرت وحمایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم کتاب وسنت کی شاہراہ پر گامزن ہو کر اور بدعت و گمراہی کی راہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ملتِ اسلام کے سواہر ملت و مذہب سے علیحدگی اور بیزاری اختیار کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

یہی ہمارا عقیدہ اور منہج ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہمارا دین اور ہمارا شِعار ہیں۔ اسی پر ہم یکجا ہیں اور اسی کی خاطر ہم جہاد کر رہے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے مرتے دم تک ہدایت، ثابت قدمی اور اس عقیدہ و منہج پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کی دعا کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ملکوں کو فتح کرنے، توحید وسنت کا علم بلند کرنے اور شرک وبدعت سے جنگ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ

"اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد پر آپ کے آل پر اور آپ کے تمام ساتھیوں پر۔"

(اختتام: ہمارا عقیدہ ہمارا منہج از شیخ ابو عمر البغدادی سابقہ امیر دولت اسلامیہ)

آج درباری علماء سوءاور اخبار ورسائل میں ہر جگہ دولت اسلامیہ اور مجاہدین کے خلاف طرح طرح کے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات اور پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے. اور یہ لوگ مجاہدین فی سبیل اللہ کے متعلق عوام کو گمراہ کرنے کی رزیل کوششیں کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین امریکہ واسرائیل اور فلاں ملک کے ایجنٹ ہیں.ﷺ!!! لعنت اللہ علی الکذبین...

حالانکہ ایک تھوڑی سی عقل رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ ہی ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کا دفاع کیا'اور پورے عالم کفر کے مل کر اہل اسلام پر عراق اور افغانستان میں ہونے والی یلغار کا مقابلہ کیا ہے. اور مجاہدین نے صرف اپنے ایمان کے بل بوتے پر ان کفار کے لشکروں کو شکست دی ہے. جبکہ مجاہدین پر جھوٹے الزام لگانے والے یہ طواغیت کے چیلے اور ان نام نہاد مسلم (طاغوتی) ممالک اور ان کے مرتد حکمرانوں نے مسلمانوں کے خلاف عالم صلیب کے اتحاد کا ساتھ دیا ہے. اور مجاہدین کے خلاف جنگ برپا کی ہے.

طاغوت کے یہ چیلے نام نہاد علماء سو لوگوں کو یہ کہہ کر بھی گمراہ کرتے ہیں کہ دولت اسلامیہ ہر مسلمان کو کافر سمجھتی ہے اور اس کا خون بہانا جائز سمجھتی ہے'اور جو ان کی خلافت کو نہ مانے اس کا قتل ان کے نزدیک واجب ہے. یہ دولت اسلامیہ پر صریحاً اور صاف جھوٹ ہے.

دولت اسلامیہ کے ترجمان شیخ ابو محمد عدنانی حفظہ اللہ اس جھوٹے الزام کے رد میں بیان کرتے ہیں:

"دولت الاسلامیہ پر لگائے جانے والے الزامات میں سب سے بدترین الزام اور بہتان یہ ہے کہ ہم ہر اس شخص کو خون کو مباح سمجھتے ہیں جو ہماری بیعت سے انحراف کرے اور اس کو خوارج میں سے شمار کرتے ہیں-اور یہ کہ عراق میں بھی دولت الاسلامیہ اسی اُصول اور حکمت عملی پر کاربند ہے--- معاذاللہ! سبحانك هذا بهتان عظيم--- ہم اس عمل سے اللہ کی پناہ طلب کرتے کہ ہم اُس کو قتل کریں یا اس کے خون کو مباح گردانیں جو ہماری بیعت سے منحرف ہو یا ہماری جماعت ترک کردے---اور ہم اللہ کے روبرو اس قبیح فعل سے برات کا اعلان کرتے ہیں اور

اس الزام کا شدت کے ساتھ رد کرتے ہیں- اور ہم پھر اس بات کو دہراتے ہیں کہ دولت الاسلامیہ کے خلاف گھڑے جانے والے الزامات میں سے یہ بدترین الزام ہے جس سے ہم بری ہیں"-(تقریر: فذرھم وما یفترون از شیخ عدنانی حفظہ اللہ)

باب: چہارم

اہلحدیث کو جہاد اور ہجرت فی سبیل اللہ کی دعوت.

ہم برصغیر اور خراسان کے اہل توحید عوام سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین اور عقیدے کی اصلاح کریں 'اور جس جگہ بھی ہوں خالص عقیدے کی دعوت کو پھیلائیں 'اور مشرکین وطواغیت کے خلاف خود بھی جہاد پر نکلیں اور دوسروں کو بھی جہاد کے لیے تیار کریں 'کیونکہ جہاد میں ہی مسلمانوں کی بقااور تحفظ ہے اسی کے ذریعے مسلمانوں کا زوال اور محرومی ختم ہوگی اور اللہ تعالی مسلمانوں کو غلبہ 'قوت اور شان وشوکت عطا کرے گا.

جہاد فی سبیل اللہ مسلمانوں پر فرض عین فریضہ ہے اور تمام ائمہ وفقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب مسلمانوں کی کوئی بھی سرزمین کفار وطواغیت کے قبضے میں چلی جائے تو اس کو آزاد کرانے کے لیے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے کہ جب تک اسے دوبارہ آزاد کرا کے اس پر اللہ کا قانون نافذ نہ کر دیا جائے.

آج مسلمانوں کے خطوں پر کفار وطواغیت کے قبضے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کرنے کی وجہ سے ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہو ہے 'اور اس کو ترک کرنے والا ایک فرض اور واجب کا تارک ہے. لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمان جہاد جیسے اس عظیم فرض کو ترک کر چکے ہیں.

آج مسلمانوں کے علماء مسلمانوں کو اسلام کے دیگر فرائض پر مشتمل اللہ کے احکام اوران کو ترک کرنے پر وعید وعذاب کی تبلیغ ضرور کرتے ہیں. لیکن جہاد کے فرض اور اس کے ترک کرنے پر اللہ کی وعید وعذاب کا تذکرہ نہیں کریں گے. حالانکہ جس رب نے یہ حکم نازل کیا ہے جسے علماء ضرور بیان کریں گے.

یاایھا الذین کتب علیکم الصیام. (البقرہ)

"اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں".

اسی رب نے مسلمانوں پر جہاد و قتال کو فرض کیا ہے:

یایھالذین امنواکتب علیکم القتال وھوکرہ لکم عسی ان تکرھوشیء وھوخیرلکم وعسی ان تحبوشیءوھوشرلکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون.(البقرہ:۲۱٦)

"تم پر جہاد فرض کیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو' ممکن ہے تم کسی چیز کو برا جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے اچھا ہو' اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو' حقیقی علم اللہ ہی کو ہے' تم محض بے خبر ہو".

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد چھوڑنے پر سخت وعید سنائی ہے:

یایھاالذین امنوازاقیل لکم انفروفی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیافمامتاع الحیوۃ الدنیافی الاخرۃ الاقلیل الاتنفرویعذبکم عذاباالیماویستبدل قوماغیرکم ولاتضروہ شیئا.(التوبہ:-۳۷ ۳۹)

"اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کے ساتھ چمٹ جاتے ہو' کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر ریجھ گئے ہو. سنو! دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے. اگر تم اللہ کے راستے میں نہ نکلے تو تمہیں وہ دردناک عذاب دے گا' اور تمہارے سوا اور عورتوں کو بدل لائے گا' اور تم اس کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے".

طاغوت کے خلاف جہاد کرنا اور اس کا انکار کرنا جو ہر مسلمان پر واجب اور اس کے ایمان کی سلامتی کے لیے ضروری ہے.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسك بالعروۃ الوثقی. (البقرہ:۲۵۶)

"پس جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا پس اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں".

طاغوت اور اس کے نظام طاغوت جمہوریت کا انکار کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے. طاغوتی قوانین نافذ کرنے والا ہر ملک دارلکفر کا درجہ رکھتا ہے. اور دارلکفر سے دارلسلام میں ہجرت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے. اہل اسلام کے تمام ائمہ وفقہاء کے نزدیک جس علاقے پر اللہ کی شریعت اور قانون نافذ نہ ہو وہ دارلکفر کا درجہ رکھتا.

ابن مفلح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جس ملک میں مسلمانوں کے احکام رائج ہوں وہ دارالاسلام ہے اور اگر (مسلمانوں کی آبادی والے ملک میں) کفر کے احکام غالب ہوں تو وہ دارالکفر ہے ان دونوں قسموں کے علاوہ کوئی تیسری قسم نہیں ہے"۔(الدرر السنیۃ: ۷-۳۵۳)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جمہور کا قول ہے کہ دارالسلام اسے کہا جائے گا جہاں مسلمان رہتے ہوں اور اسلامی احکام نافذ ہوں جہاں اسلامی احکام نافذ نہ ہوں وہ دارالاسلام نہیں ہے (اگرچہ مسلمان وہاں آباد ہوں)". (احکام اھل الذمۃ:۱۶۶-۱)

اسلام میں ہجرت فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی'فراوانی اور رزق کا وعدہ کیا ہے.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۱)

"جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی جبکہ ان پر ظلم ہو چکا تھا ہم انہیں دنیا میں اچھی بات کی خبر دیں گے اور آخرت کا اجر بڑا ہے اگر یہ جانتے ہوتے" ۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ (النحل: ۱۱۰)

"پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ انہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ مصیبت اٹھائی پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے بیشک تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے"۔

مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ اسِعَةً (النساء: ۱۰۰)

"جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ زمین میں پائے گا بہت جگہ اور کشادگی"۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعۃ سے مراد رزق ہے یہی بات قتادہ و دیگر مفسرین نے بھی کی ہے قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے آزمائشوں سے نکلنے (اور کشادگی و فراوانی حاصل کرنے) کا پہلا راستہ ہجرت ہے۔

اور جو لوگ بغیر کسی شرعی عذر کے دارالسلام کی طرف ہجرت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے انہیں جہنم کے عذاب کی بشارت سنائی ہے.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ .... مَصِيْرًا۔(النساء: ۹۷)

"جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم ملک میں کمزور شمار ہوتے تھے فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے" ۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ فرشتے ان لوگوں سے سوال کریں گے کہ تم کس گروہ میں تھے؟ مسلمانوں کے یا مشرکین کے؟ تو یہ لوگ عذر پیش کریں گے ہم کمزور و بے بس مسلمانوں میں سے تھے تو فرشتے انکا یہ عذر قبول نہیں کریں گے اور ان سے کہیں گے۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر لیتے؟ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے.

کسی بھی عاقل شخص کو اس بارے میں شک نہیں ہے کہ جو مسلمان مشرکوں کے ساتھ رہتے تھے کفر کے شہر میں اور جب وہ مجبوراً کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے نکلے تو انہی کفار میں سے شمار ہوئے جیسا کہ مذکورہ آیت کے شان نزول میں واضح ہو چکا ہے کہ مکہ کے رہنے والے کچھ لوگ مسلمان ہوئے مگر ہجرت کرنے کے بجائے وہیں رہے جب بدر کی جنگ کا وقت آیا تو مشرکین انہیں اپنے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مجبور کر کے لے گئے اور وہ مسلمان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ مسلمانوں کو جب معلوم ہوا تو وہ افسوس کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اب اگر کفر کے شہر میں رہنے والوں کا عذر قبول نہیں تو پھر اس مسلمان شہر والوں کا عذر کیسے قبول ہوگا جو مسلمان ہیں مگر اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے اتار لیا اور مشرکین کے دین (ان کے

جمہوری قوانین) کی موافقت کا مظاہرہ کیا ان کی اطاعت اختیار کرلی انکی مدد کی اور اہل توحید کو رسوا کیا ان کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راہ چلے ان میں اہل توحید کو گالیاں دی جارہی ہیں انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جارہاہے ان کا مذاق اڑایا جارہاہے ان کو توحید پر قائم رہنے اس پر ثابت قدم رہنے اس کے لئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے بے وقوف سمجھا جارہاہے۔ اہل توحید کے خلاف خوشی ورضامندی سے مشرک و مسلمان متحد ہوچکے ہیں مسلمانوں کی اس میں کوئی مجبوری نہیں ہے یہ لوگ کفر اور جہنم کے زیادہ مستحق ہیں بنسبت ان مسلمانوں کے جنھوں نے کفار کے خوف اور وطن کی محبت کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی اور مجبوراً کفار کے لشکر میں شامل ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ان مسلمانوں کے لئے یہ عذر کافی نہیں تھا کہ انہیں کافروں نے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کرلیا تھا کیا یہ اکراہ کی صورت نہیں تھی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ عذر نہیں تھا اس لئے کہ ان کے پاس پہلے موقعہ موجود تھا کہ وہ کفار کے ساتھ ان کے شہر میں رہنے کے بجائے ہجرت کرلیتے تو یہ نوبت نہ آتی چونکہ اس موقعہ سے فائدہ نہیں اٹھایا اپنی خوشی سے وہاں رہتے رہے اب ان کی مجبوری اور اکراہ قابل قبول نہیں ہے۔ (مجموعۃ التوحید: ۳۰۵-۱)

آج جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے اہل حق کو فتح عطا فرمائی اور مجاہدین کو ملک شام میں غلبہ عطا فرمایا ہے. اور اہل اسلام جوق در جوق ارض خلافت شام کی طرف ہجرت کر رہے ہیں. وہ وقت آن پہنچا ہے کہ جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں پشین گوئی فرمائی تھی. آج اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان آخری جنگ 'ملحمۃ الکبریٰ' کا آغاز ہوچکا ہے. اس جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح فرمائے گا اور تمام دنیا پر مسلمانوں کو غلبہ عطا کرے گا. آیئے آپ بھی اہل کفر کے مخالف اس اہل ایمان گروہ طائفۃ المنصور فی الشام کے ساتھ شامل ہو جائیں. کہ جن اہل شام کے طائفۃ المنصورہ ہونے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے.

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہجرت (مدینہ) کے بعد ایک اور ہجرت ہو گی اور زمین پر موجود بہترین لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ (یعنی شام) کی طرف ہجرت کریں گے اور بقیہ زمین پر صرف شریر لوگ باقی رہ جائیں گے۔''

(ابوداؤد، مسند احمد 'سند صحیح)

حضرت علی عبداللہ بن حوالہ سے مروی ہے 'کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر یا پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا:

"اے ابن حوالہ جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس (شام) میں آگئی ہے تو زلزلہ 'آفات اور عظیم واقعات ہوں گے 'اس وقت قیامت لوگوں سے اس سے قریب ہوگی جتنا میرا ہاتھ تمہارے سر سے ہے". (مسند احمد 'ابوداؤد 'حاکم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عنقریب تمہارے ہاتھوں شام (دوبارہ) فتح ہو جائے گا، جب تمہیں وہاں کسی مقام پر ٹھہرنے کا اختیار دیا جائے تو دمشق نامی شہر کا انتخاب کرنا، کیونکہ وہ جنگوں کے زمانے میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہو گا اور اس کا خیمہ (مرکز) غوطہ نامی علاقے میں ہو گا'' (مسند احمد: ۱۷۴۷۰، حدیث صحیح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے اور بنی اصفر (اہل صلیب) میں جنگ ہو گی، ان کی فوج میں ۸۰ ٹکڑیاں ہوں گی اور ہر ٹکڑی میں ۱۲۰۰۰ فوجی ہوں گے۔ اس دن مسلمانوں کا خیمہ الغوطہ نامی جگہ میں ہو گا جو (شام میں) دمشق شہر کے قریب میں واقع ہے۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید، بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے قریب مسلمانوں کا اصل مرکز شام ہوگا". (مسند احمد 'ابن حبان 'طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میری امت میں ایک جماعت حق کے لئے لڑتی رہے گی اور قیامت تک حق انہیں کے ساتھ رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ملک شام کی طرف اشارہ کیا۔(ابو دؤد، مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے احکام کی پابندی کرے گی، جس کو نیچا دکھانے والے اور مخالفت کرنے والے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک وہ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے۔۔ مالک بن یخامرؒ نے کہا اے امیر المؤمنین ! میں نے حضرت معاذؓ سے سنا ہے کہ یہ جماعت ملک شام میں ہوگی۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کا ایک گروہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے قتال کرتا رہے گا، ان کو کسی کی ملامت سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے رہیں گے، اللہ لوگوں کے دلوں کو ان سے متنفر کردے گا تاکہ وہ خود ان پر اپنی رحمتیں برسائے، حتیٰ کہ آخری وقت آجائے گا، جیسے کہ سیاہ تاریک رات، وہ لوگ اس سے ڈریں گے تو ان کو ڈھال دے دی جائے گی''، اور نبی ﷺ نے کہا: ''وہ اہل شام ہونگے'' پھر نبی ﷺ نے اپنی انگلی سے شام کی طرف اشارہ کیا، یہاں تک کہ وہ تھک گئے "۔(صحیح : سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ)

حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم لوگ عنقریب کچھ فوجی دستے ترتیب دو گے؛ شام کی فوج، عراق کی فوج، اور یمن کی فوج۔'' تو عبد اللہؓ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لئے ایک دستہ چن لیں!'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شام جاؤ، اور جو بھی ایسا نہیں کر سکے وہ یمن جائے، جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے لئے شام اور اس کے لوگوں کو پسند کیا ہے۔"

(مسند احمد، ابو داؤد: سند صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شام والو! تمہارے لئے خیر اور بہتری ہو۔ شام والو! تمہارے لئے خیر اور بہتری ہو۔ شام والو! تمہارے لئے خیر اور بہتری ہو۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا: کس لئے یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحمت کے فرشتوں نے خیر و بھلائی کے اپنے بازو اس ملک شام پر پھیلا رکھے ہیں"۔ (ترمذی، مسند احمد)